not found.

(پڑھنے سے تعلق رکھنے والی کتاب)

دینی تعلیم میں کونسی چیز چھوٹ رہی ہے

مصنف: عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی

مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی	مولانا سید اکبرالدین قاسمی
(شیخ الحدیث دارالعلوم سبیل السلام)	ناظم مدرسہ ریاض الاسلام وریاض البنات
صلالہ بارکس، حیدرآباد۔اے پی	ملک پیٹ، حیدرآباد۔اے پی

ناشر

عظیم بک ڈپو، نزد جامع مسجد یوبند، یوپی (انڈیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی اجازت)

نام کتاب: دینی تعلیم کونسی چیز چھوٹ رہی ہے؟
مصنف: عبداللہ صدیقی
زیر سرپرستی: مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی۔و۔مولانا سیداکبرالدین قاسمی
سنہ طباعت: ۲۰۰۸ء
کتابت: محمد کلیم الدین سلمان قاسمی 9963770669
تعداد: ۵۰۰

ناشر
عظیم بک ڈپو
نزد جامع مسجد دیوبند، یوپی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا

اے ایمان والو! ایمان لاؤ۔ (نساء:۱۳۶)

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ط وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَا یَلِتْکُمْ مِّنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O

''یہ گنوار کہتے ہیں 'ہم ایمان لائے' ان سے کہو تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ 'مسلمان ہو گئے' ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے، اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری اختیار کر لو تو وہ تمہارے اعمال کے اجر میں کوئی کمی نہ کرے گا، یقیناً اللہ بڑا درگذر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔ (الحجرات:۱۴)

اتنی محنتیں ہونے کے باوجود اصلاح کیوں نہیں ہو رہی ہے؟

موجودہ زمانہ میں دین کے نام پر سینکڑوں افراد دن رات محنتیں کر رہے ہیں، کثیر تعداد میں لٹریچر شائع ہو رہا ہے، ہر محلّہ، گاؤں اور بستی میں سینکڑوں چھوٹے بڑے دینی مدارس قائم کئے جا رہے ہیں، سینکڑوں علماء کرام دن رات وعظ و نصیحت اور اصلاحِ معاشرہ کا کام کر رہے ہیں، دنیوی تعلیمی ادارے جو اقلیتی ادارے کہلاتے ہیں ان میں بھی باقاعدہ دینیات پڑھائی جا رہی ہے، جماعتوں کی شکل میں کام ہو رہا ہے، بڑے بڑے اجتماعات ہو رہے ہیں، دین کے نام پر لوگ لاکھوں روپئے مسجد اور مدرسے بنانے کے لئے خرچ کر رہے ہیں، مگر اتنی محنتیں ہونے کے باوجود اصلاح کم اور بگاڑ ہی زیادہ ہوتا جا رہا ہے، مسلمانوں کی اکثریت دین سے قریب آنے کے بجائے اُلٹا دین سے دور ہوتی جا رہی ہے، اس طرح مسلمانوں کی زندگی میں دین بس برائے نام نظر آ رہا ہے، ظاہر میں تو تبدیلی نظر آ رہی ہے مگر اندرون میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آ رہی ہے۔

اگر ہم واقعی باشعور ہیں اور ہمیں اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت

ہے نیز امت مسلمہ کا ذرا سا بھی درد رکھتے ہیں تو اس سوال کا جواب تلاش کرنا ہی ہوگا کہ آخر اتنی محنتیں ہونے کے باوجود اصلاح کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ اور ہماری نسلیں دین سے کیوں دور ہوتی جارہی ہیں؟ اگر بگاڑ اور دین سے دوری کا سرچشمہ تلاش کر کے بند نہیں کیا جائے گا تو اندیشہ ہے اور بجا اندیشہ ہے کہ ہمارے بعد ہماری نسلوں میں اسلام باقی نہیں رہ پائے گا، گرچہ ہماری اولاد اوپر کے خول کے اعتبار سے مسلمان بنی رہے گی لیکن ان کا اسلام برائے نام ہوگا اور شیطان اُن کو جہنم کا ایندھن بنا کر چھوڑ دے گا اور مسلمانوں کو صرف جسم کے نام سے مسلمان بنا رہنے دے گا۔

باشعور اور دیندار مسلمانوں کا خیال

جب باشعور اور دیندار حضرات سے یہ سوال کیا جاتا ہے تو مختلف لوگ مختلف انداز سے جواب دیتے ہیں:

☆ کوئی کہتا ہے کہ مسلمان صرف دنیا ہی کا علم حاصل کر رہے ہیں، دین کا علم حاصل نہیں کرتے، اس لئے اسلام پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔

☆ کوئی کہتا ہے کہ دنیا سے بہت زیادہ محبت بڑھ گئی ہے اور آخرت کے مقابلہ دنیا ہی کی فکر زیادہ ہے، اس لئے اسلام پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔

☆ کوئی کہتا ہے کہ قرآن بغیر سمجھے طوطے کی طرح پڑھتے ہیں، اس لئے عمل نہیں کر رہے ہیں۔

☆ کسی کا خیال ہے کہ ماڈرن ایجوکیشن کی وجہ سے دین سے دوری آگئی ہے۔

☆ کسی کا خیال ہے کہ مسلمانوں میں حرام وحلال کی تمیز ختم ہوگئی اور کثرت سے حرام کھا رہے ہیں، اس لئے عمل سے دور ہوتے جارہے ہیں۔

☆ کوئی کہتا ہے کہ عیسائی اور یہودی لابی اُن پر محنت کر رہی ہے اور ان کو دین سے ہٹا رہی ہے، اس لئے یہ بے دین ہوتے جارہے ہیں۔

☆ کوئی کہتا ہے کہ ٹی وی کی وجہ سے بے دینی کا سیلاب پھیل رہا ہے۔

☆ کوئی کہتا ہے کہ معروف کی دعوت اور منکر سے روکنے کا کام چھوڑ دئے ہیں، اس لئے دین سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔

☆ کوئی کہتا ہے کہ اب علمائے دین میں خود دین کا شعور نہیں اور چونکہ علمائے کرام کی بڑی تعداد بے شعور ہے، اس لئے عوام میں بھی دین کا کوئی شعور نہیں ہے۔

☆ کوئی کہتا ہے کہ قیامت قریب ہے اور قرب قیامت میں دین سے دوری ہوگی، اس لئے مسلمان دین سے دور ہوتا جا رہا ہے وغیرہ۔

لیکن یاد رکھئے کہ حقیقت کچھ اور ہی ہے، بہرحال! یہ سوچنے کی بات ہے کہ ہم مسلمانوں کے پاس قرآن مجید جیسی مقدس اور جامع کتاب موجود ہے، آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قیمتی ارشادات وہدایات اپنی اصلی شکل میں موجود ہیں، راہِ مستقیم پر روک کر رکھنے والا آخرت کا انتہائی طاقتور تصور وعقیدہ موجود ہے، پھر بھی ہماری غالب اکثریت دین سے دور کیوں ہوتی جارہی ہے؟ اور اسلام کے مقابلہ غیر اسلام کو کیوں پسند کر رہی ہے؟ سوچئے اور حل تلاش کیجئے۔

مسلمانوں کے مختلف طبقات کی زندگیوں پر ایک نظر ڈالئے!

پوری دنیا کے مسلمانوں کی زندگیوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں کی اکثریت بحیثیت مسلمان عقیدہ ہی صحیح نہیں رکھتی اور مسلمان ہوتے ہوئے غلط فکر، غلط عقیدہ اور غلط خیالات پر زندگی گذار رہی ہے، کلمہ پڑھنے اور قرآن کی تلاوت کے باوجود شرک، بدعات اور فسق وفجور میں مبتلا ہیں، وہ بظاہر بُت پرستی تو نہیں کرتے مگر باپ دادا کی اندھی تقلید میں قبروں، جھنڈوں، علموں، چھلّوں اور تعزیوں کی پرستش ضرور کرتے ہیں اور اسلام کا نام لیکر غیر مسلموں کی طرح شرکیہ اعمال میں مبتلا ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف زبانی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، ''دس گز واروں اور ایک گز بھی نہ پھاڑوں'' کا عمل کرتے ہیں، وہ بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے محبت کا دعویٰ تو ضرور کرتے ہیں مگر آپؐ کے اعمال واخلاق سے کوئی رغبت اور دلچسپی نہیں رکھتے، جان بوجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے خلاف یعنی سنت والے اعمال کو چھوڑ کر جی کی خواہشات پر یا مشرکوں اور کافروں کے رسم ورواج کے طرز پر جاہلانہ

اعمال کو بڑی عقیدت کے ساتھ کرتے ہیں،کلمہ پڑھ کر بھی شرک کرتے ہیں،مگران کواپنے شرک کا احساس ہی نہیں، یہ لوگ اپنی حرکتوں سے اسلام کی غلط تصویر پیش کررہے ہیں، یہ لوگ ہر گناہ کے کام کو نیکی سمجھ کر کرتے ہیں،کیا اس کا نام دینداری ہے؟ آخر کلمہ نماز اور قرآن پڑھنے اور حج کرنے کے باوجود ان کو دین کی صحیح شکل کیوں نظر نہیں آرہی ہے؟

محنت مزدوری کرنے والے غریب مسلمانوں کی حالت

مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو محنت مزدوری کر کے زندگی گذارتی ہے، ان کی اکثریت لکھنا پڑھنا نہیں جانتی اور نہ وہ اپنی اولاد کو لکھنا پڑھنا سکھاتی ہے،ان میں رکشا چلانے والے، ٹرک، ٹیکسی اور آٹو ڈرائیور، کارخانوں میں کام کرنے والے، ہوٹلوں اور دُکانوں میں کام کرنے والے،ٹھیلہ بنڈی اور فٹ پاتھ پر تجارت کرنے والے، بھیک مانگ کر زندگی گذارنے والے ہیں، یہ لوگ نسلی اعتبار سے مسلمان خاندانوں میں پیدا ہوتے ہیں اوران کا نام اسلامی نام رکھا جاتا ہے،مگر وہ اسلام اور قرآن اور پیغمبرؐ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے،ان میں اکثر کوکلمہ پڑھنا نہیں آتا اور نہ ان کو قرآن پڑھنا آتا ہےاور نہ نماز پڑھنا آتا ہے، یہ لوگ ختنہ کروانے،مسلمان نام رکھنےاور قاضی کے ذریعہ نکاح کروانے اور مرنے کے بعد دفن ہونے کی حد تک ہی اسلام سے واقف ہوتے ہیں، اس سے آگے وہ اسلام کو نہیں جانتے،ضرورت اور حاجت کے وقت کسی درگاہ پر سر کو دستی باندھ کر ٹھہرتے اور مجاور کو کچھ پیسے دے کر چڑھاوا چڑھادیتے اور درگاہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر چومتے ، اُلٹے پاؤں باہر واپس آجاتے ہیں، یہ لوگ نہ طہارت سے رہتے ہیں، نہ غسل سے واقف ہوتے ہیں،بس دن رات محنت و مزدوری کرتے اور شام ہوتے ہی سینما، پینا کھانا، سیندھی و شراب جیسی چیزوں میں مصروف ہوجاتے ہیں، جتنا کماتے ہیں اس کا دوگنا خرچ کرتے ہیں،عید، بقرعید کو نہا دھو کر نئے کپڑے پہنتے اور مسجد کا رخ کرتے اور سر کو دستی باندھ کر سب کے ساتھ بس نماز دیکھا دیکھی پڑھ لیتے ہیں، کسی رشتہ دار کے جنازہ میں شریک ہونے کا موقع ملے تو نماز جنازہ ہونے تک مسجد سے باہر ہی کھڑے رہتے ہیں، جنازہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتے ، یہ لوگ اپنے

چھوٹے چھوٹے بچوں کو بچپن ہی سے روپیہ دو روپئے کی کمائی کی خاطر دُکانوں، کارخانوں میں نوکری پر لگا دیتے ہیں، ان کے بچے بھی نہ دین سے واقف ہوتے ہیں اور نہ دنیوی تعلیم آتی ہے، مسلم معاشرہ میں ایسے سینکڑوں بچے ہیں جو بچپن ہی سے بس محنت مزدوری کرتے اور بچپن ہی سے آوارگی اور گناہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

کیا ہمارے علمائے کرام نے کبھی اس قسم کے لوگوں تک دین کو پیش کرنے کا کوئی پروگرام بنایا؟ ہماری اصلاحی محنتوں میں کبھی اِن لوگوں پر بھی ٹھوس انداز میں کام ہوا؟ آخر ان پر کون محنت کرے گا؟ ان کو دین پر لانے اور اسلام کا پابند بنانے کیلئے کیا کبھی کوئی سیمینار کیا گیا؟ اگر ایسی ہی حالت برسہا برس رہی تو قوم ارتداد اور دہریت کا شکار نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگی؟ ذرا غور کیجئے کہ کیا ان کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے؟ یاد رکھئے اسلام کا تقاضہ یہ نہیں ہے کہ معاشرہ کے چند افراد دین پر چلیں اور بقیہ لوگ دین سے دور رہیں اور ہم ان کی بالکل پرواہ نہ کریں، آخر اس طبقہ کے لوگوں کا درد کس کے دل میں ہے؟ کون ان کی فکر کرے گا؟

دیہاتوں اور قصبوں میں رہنے والے مسلمانوں کی حالت

پوری دنیا کے ممالک میں دین کی چلت پھرت صرف شہروں میں نظر آتی ہے یا پھر ضلع ہیڈ کواٹر پر کچھ مسلم ماحول نظر آتا ہے، جو مسلمان دیہاتوں اور قصبوں میں رہتے ہیں وہ دین سے بالکل واقف ہی نہیں ہوتے، وہ صرف نام کے مسلمان ہوتے ہیں، ان کی اکثریت لکھنا پڑھنا نہیں جانتی، نہ قرآن پڑھنا آتا ہے، نہ کلمہ صحیح یاد ہوتا ہے اور نہ نماز یاد ہوتی ہے، یہ لوگ بھی نہ طہارت سے رہتے اور نہ غسل و وضو سے واقف ہوتے ہیں، عقائد بالکل گمراہ ہوتے ہیں، دیہاتوں کی مساجد اکثر پنجگانہ نمازوں سے خالی اور ویران پڑی رہتی ہیں، ایک دو آدمی کبھی نماز پڑھتے ہیں، یہ لوگ اسلامی تہذیب وتمدن سے نا آشنا، بالکل جنگلی اور گنوار ہوتے ہیں، ان کو دیکھ کر پہچاننا ہی مشکل ہوتا ہے، غیر مسلموں میں اور ان میں کوئی فرق ہی محسوس نہیں ہوتا، یہ غیر مسلموں کی تہذیب وتمدن پر زندگی گذارتے ہیں، صبح ہوتے ہی کھیتوں کا رخ کرتے یا جانوروں کو چرانے چلے جاتے ہیں، شام کو تھک کر واپس آتے اور سیندھی وغیرہ

پی کر سو جاتے ہیں، عید کے دن نماز عید تو ادا کر لیتے ہیں لیکن ان کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے بارے میں اور اسلام کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں رہتا، سال میں ایک مرتبہ علم اُٹھاتے یا جھنڈا لگاتے ہیں، گاؤں میں کوئی مرشد پہنچ جائے تو بس اُسے ہی سب کچھ سمجھتے اور اس کے اشاروں پر ناچتے ہیں، ان کے نزدیک بھی مسلمانیت صرف اسلامی نام رکھنے (بعض تو بے شعوری میں شرکیہ نام تک رکھ لیتے ہیں) ختنہ کروانے اور نکاح کرنے اور مرنے کے بعد مسلم قبرستان میں مسلمانوں کی طرح دفن ہونے تک ہی ہوتی ہے، اکثر لوگ اپنی میّتوں کو بغیر غسل اور بغیر نماز جنازہ کے دفن کردیتے ہیں، دیہاتوں کے مسلمانوں کی یہ حالت صرف ہندوستان کے دیہاتوں ہی کی نہیں بلکہ اکثر مسلم ممالک کے دیہاتوں میں بھی مسلمانوں کا یہی حال ہے، ذرا سوچئے آخر دیہاتوں میں رہنے والے مسلمانوں کو دین کیسے اور کون سکھائے گا؟ کوئی جماعت دعوت کا کام لیکر مہینہ دو مہینے میں ایک مرتبہ کسی دیہات میں چلی جاتی ہے، ورنہ مسلمانوں کے تمام جلسے وعظ و نصیحت سب کچھ صرف شہروں ہی میں ہوتے ہیں، باطل اپنے مذہب کی دعوت کے لئے امریکہ اور لندن جیسے مقامات چھوڑ کر آفریقہ اور ایشیاء کے معمولی دیہاتوں میں گرمی وسردی اور بھوک برداشت کر کے اور اپنے آرام کو قربان کر کے محنت کرتا ہے اور ہم اہل حق ہوتے ہوئے اپنے ہی بھائیوں کی بربادی دیکھتے رہتے ہیں، دیہاتی مسلمانوں کی یہ حالت کیا اسلامی حالت ہے؟ کیا اس کو مسلمانیت کہیں گے؟ آخر ارتداد کس کا نام ہے؟

دولتمند اور دنیوی تعلیم یافتہ مسلمانوں کی حالت

جو مسلمان دولت مند ہیں ان میں کی اکثریت اوپر بیان کئے گئے دو طبقوں ہی کی مانند ہے، جس طرح غریب اور دیہاتوں کا طبقہ اسلام سے بیگانہ اور نام کا مسلمان ہے اسی طرح دولتمند مسلمانوں کی اکثریت بھی دین سے ناآشنا اور اسلام سے بیگانہ اور نام کے مسلمان ہیں، دنیوی تعلیم ملنے کے بعد مسلمان چاہے تو دین اسلام کو بہت اچھی طرح سمجھ سکتا ہے مگر دولت مند گھرانوں کے مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود دین سے ناآشنا ہوتے ہیں، چنانچہ تقریباً دولتمند گھرانوں کے افراد مسلمان ہوتے ہوئے ماڈرن تہذین اور

مغربی تہذیب کے دیوانے ہوتے ہیں اور یہود و نصاریٰ کے طرز پر زندگی گذارتے ہیں۔

مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کی دینداری اتنی کمزور ہے کہ جب ان کے پاس دنیوی تعلیم اور دولت آجاتی ہے اور وہ انگریزی زبان بولنا شروع کردیتے ہیں تو وہ اسلامی تہذیب وتمدن کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کی تہذیب وتمدن کو بہت پسند کرنے لگتے ہیں اور اسی میں شان و عزت سمجھتے ہیں، دین کو اپنی زندگی سے بالکل نکال دیتے اور مغربی کلچر کے دیوانے بن جاتے ہیں، اب ان کو اسلام کا طور طریقہ اور سنت والی زندگی پسند نہیں ہوتی، ان کی عورتیں آزاد ذہن ہو جاتی ہیں اور پابندیوں کو پسند نہیں کرتیں، چنانچہ عورتیں مردوں جیسا لباس پہنتی یا بالکل نیم برہنہ، بے حیائی و بے شرمی والا لباس پہنتی ہیں، وضع قطع رہن سہن یہود و نصاریٰ جیسا اختیار کرتے ہیں، عورتوں کو برقعہ اور پردہ سے نفرت و وحشت ہوتی ہے، پردہ کرنے والوں کو دقیانوس سمجھتے ہیں، ہمیشہ ان کے مرد اور عورتیں خلط ملط ہوکر ملتے اور جانوروں کی طرح زندگی گذارتے ہیں، بچوں کو بچپن ہی سے ڈانس، گانا بجانا، کلب وغیرہ کے شوقین بنادیتے ہیں، چنانچہ لندن، امریکہ، فرانس، آسٹریلیا، انڈونیشیاء، ملیشیاء، چیچنیا، جزائر انڈومان، رومانیہ، مصر، ترکی، شام، اُردن، سومالیہ اور آفریقہ کے دوسرے علاقوں میں رہنے والے اکثر مسلمانوں کو ان کے لباس اور وضع قطع سے پہچاننا ہی مشکل ہوتا ہے کہ آیا یہ مسلم ہیں یا غیر مسلم۔

دولتمند طبقے کے مسلمان کبھی غریب اور اوسط درجہ کے مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ کر وعظ و نصیحت بھی سننا نہیں چاہتے، کیونکہ اسے وہ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، چنانچہ اس طبقہ کی اکثریت کو نہ صحیح کلمہ یاد ہوتا ہے اور نہ اس کے معنی و مطلب، ان میں سے بھی بہت کم لوگوں کو قرآن پڑھنا آتا ہے، انہیں نماز کی عادت تو ہوتی ہی نہیں، بعض لوگ بس جمعہ کی نماز کا اہتمام کرلیتے ہیں، رمضان کے پورے روزے رکھنا بھی ان کو بہت بھاری معلوم ہوتا ہے، اس لئے کچھ روزے رکھ لیتے ہیں، ان کو دین کی کچھ بھی جانکاری نہیں ہوتی، پھر بھی ان میں بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو اسلامی احکام پر زبان درازی کی ہمت بھی کرتے ہیں، اول فول بکتے ہیں اور بعض احکام کو دقیانوسی اور غیر ضروری سمجھتے ہیں، دیندار لوگوں سے چڑتے، ان کو مُلّا یا مولوی کہہ کر طعنہ مارتے اور غیر مہذب Uncultured، رجڈ Rigid، یا انتہاء پسند یا بنیاد پرست

Fundamentalist کہتے ہیں، ان میں بہت سے لوگ اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں مگر عمل کچھ بھی نہیں کرتے، یہ لوگ فضول خرچی بھی بہت زیادہ کرتے ہیں، اپنی تمام کمائی جھوٹی شان، گھروں کو سجانے اور اولاد کو برباد کرنے میں خرچ کرتے ہیں، ان کی زندگی جانوروں سے بھی گئی گذری ہوتی ہے، ان کے جسم کا نام تو مسلمان ہوتا ہے مگر ان میں ایمان و اسلام کی روح نظر نہیں آتی، دین واسلام سے بالکل کورے نظر آتے ہیں، ان کی اولاد بھی صرف نسلی اعتبار سے مسلمان ہوتی ہے، شراب، سگریٹ، ریس، فلم اور بعض تو زنا کی طرف بھی رغبت رکھتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ ان میں اکثر نماز جمعہ کا بڑا اہتمام کر کے مسجد آتے وعظ ونصیحت سنتے ہیں، آخر ان کو فائدہ کیوں نہیں ہوتا؟ ان کو دین سمجھ میں کیوں نہیں آرہا ہے؟ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ اصل میں ان کی بیماری کچھ اور ہے اور ان کا علاج کچھ اور ہی کیا جا رہا ہے۔

مسلمانوں میں زیادہ تر منافقوں کی صفات آگئی ہیں

مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد منافقوں کی صفات میں مبتلا ہوتی جارہی ہے مگر ان کو اس کا احساس ہی نہیں، یہ اگر کسی سے معمولی رقم بھی بطور قرض لیتے ہیں تو واپس نہیں کرتے، ''قرضہ حسنہ دینا اور واپس لینے کیلئے چپلیں گھسنا''، کثرت سے جھوٹ بولتے، بے ایمانی کرتے اور دھوکہ دیتے ہیں، بات بات پر گالی گلوچ کرتے ہیں، ان کی زبان سے کوئی بھی بات گالی کے بغیر نہیں نکلتی اور اکثر لوگوں کا تکیہ کلام گالی گلوچ بنا ہوا ہے، وعدہ پورا کرنا تو جانتے ہی نہیں، ذرا ذرا سی بات پر اپنے ہی بھائی، بہنوں کو بے عزت کرنے، ذلیل کرنے، مارنے اور قتل کرنے کیلئے بھی تیار ہوجاتے ہیں، نام تو مسلمان کا ہوتا ہے اور بڑی شان سے اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا صرف دعویٰ کرتے اور کام پورے اسلام کے خلاف کرتے ہیں، یہ لوگ محلوں اور بستیوں کے علاوہ مسجدوں کو بھی شور وغل اور لڑائی جھگڑے کے دنگل بنادئے ہیں، یہ جب کسی سے بحث کرتے یا لڑتے ہیں تو مسجد کے آداب و احترام کو بالکل ملحوظ نہیں رکھتے، ان کے پاس کوئی امانت رکھے تو اسے ہڑپ کر جاتے ہیں، کسی کے بھی مکان، دُکان، مال ودولت پر قبضہ کر لیتے ہیں، یہ صرف اپنے ذاتی مفاد کی حد

تک جینا اور مرنا جانتے ہیں، منافق جس طرح دین کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے تھے یہ بھی غیر شعوری طور پر دین کی مخالفت کرتے ہیں، ایسے لوگ دنیا کی مال و دولت، عہدہ و کرسی کے خاطر غیر مسلموں سے مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا ہونے نہیں دیتے، موجود زمانے میں کوئی مسلمان اسلامی احکام کی پابندی میں کوئی کام کرتا ہے اور رسم و رواج اور جاہلانہ طریقوں کو چھوڑنا چاہتا ہے تو ایسے مسلمان کو طعنہ دیتے اور اس کا مذاق اڑاتے اور اس کو بُرائی اور گناہ کے کام سکھاتے اور برائی و گناہ کے کاموں میں خوش ہو کر ساتھ دیتے اور مدد کرتے ہیں۔

ایک کثیر تعداد لوگوں کو اچھائی سے روکتی اور برائی سکھاتی ہے اور اکثر مسلمان غیر مسلموں کے قانون سے دنیوی فائدے اٹھانے کے لئے جان بوجھ کر اپنے جھوٹے مقدمات اُن کی عدالتوں میں لے جاتے ہیں، یہ اپنوں کے ساتھ سخت اور غیروں کے ساتھ نرم ہوتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ اتنی محنتیں ہونے کے باوجود آخر مسلمانوں میں یہ صفات کیوں پیدا ہوتی جارہی ہیں؟ کیا اس کا نام اسلامی زندگی ہے؟

مسلمانوں کی کثیر تعداد دین کے ساتھ مذاق کررہی ہے

برسوں سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت نماز ہی نہیں پڑھتی اور پڑھتی بھی ہے تو صرف جمعہ کی ایک وقت کی نماز پڑھتے ہیں، بہت سے ایسے بھی ہیں جو جمعہ کی نماز مکمل نہیں پڑھتے بس فرض نماز ادا ہوتے ہی سنت پڑھے بغیر مسجد سے چلے آتے ہیں، یہ لوگ رمضان کا چاند دیکھتے ہی مسجدوں کو آباد کردیتے ہیں اور چاند رات ہی سے نماز چھوڑ دیتے ہیں، جس طرح غیر مسلم لوگ روزے رکھ کر اپنی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں لاتے بالکل اسی طرح یہ مسلمان بھی رمضان سے پہلے جیسے ہوتے ہیں رمضان کے بعد پھر ویسے ہی ہوجاتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ روزوں سے اُن کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا، اکثر لوگ جوان ہونے سے بڑھاپے تک ہر سال روزے رکھتے مگر زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوتی، ان کو روزہ کا مقصد اور حکمت ہی معلوم نہیں رہتی، اسی طرح تراویح میں قرآن سننے کا بڑا اہتمام

کرتے اور رات رات بھر جاگ کر یک شی شبینہ کا اہتمام کرتے اور قرآن سے بڑی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں، مگر جیسے ہی رمضان ختم ہوا پھر قرآن کے خلاف زندگی گذارتے ہیں، آخر یہ کیسی دینداری ہے؟ کیا ہمارے بڑوں کو قوم کی یہ حالت نظر نہیں آرہی ہے؟ اور اگر آرہی ہے تو کیوں غور نہیں کیا جاتا کہ آخر قوم اتنی بیمار کیوں ہوتی جارہی ہے؟ کب تک قوم ایسی بیمار زندگی گذارے گی؟ یہی حال حج اور عمرہ کا ہے، شائد کسی زمانے میں حج وعمرہ کے لئے اتنے لوگ نہیں جاتے تھے جتنے آج کل جارہے ہیں، ہر ملک سے رمضان کے مہینہ میں کثیر تعداد عمرہ کے لئے مکہ جاتی اور رمضان وہیں پر گذارتی ہے، مگر پھر بھی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں، عمرہ کے بعد واپس آکر پھر جیسے تھے ویسے ہی ہوجاتے ہیں، اسی طرح حج کا اعلان اخبارات کے ذریعہ کیا جاتا ہے، فوٹو شائع کیا جاتا ہے، حرام وحلال کا احساس کئے بغیر حج ادا کرلیا جاتا ہے، حج کے بعد بھی بے پردہ پھرنے والے بے پردہ ہی ہوتے ہیں، داڑھی منڈانے والے داڑھی منڈاتے ہی رہتے، فلم، ٹی وی وغیرہ سب کچھ حج کے بعد بھی برابر جاری رہتا ہے، حج کے چند دن کے بعد نمازوں کا اہتمام بھی ختم ہوجاتا ہے، ایک مسلمان عورت جو کسی سرکاری محکمے میں ملازم تھی حج کرنے کے بعد دفتر آئی تو ایک عیسائی عورت جو اس کی ہم عمر اور سہیلی تھی اس نے کہا کہ اب آپ رشوت وغیرہ سے دور رہ کر نوکری کرلو، تو اس نے کہا کہ میں پہلے بھی کبھی مانگ کر پیسے نہیں لیتی تھی اور اب بھی مانگ کر نہیں لوں گی، ذرا غور کیجئے! حاجانی ماں جو ابھی ابھی حج کرکے آئی ہے کیسا جواب دے رہی ہے، پھر اس عیسائی عورت نے ایک مسلمان سے سوال کیا کہ ہر سال پوری دنیا سے کتنے مسلمان حج کرنے کے لئے جاتے اور ان پر خرچہ کتنا آتا ہے؟ اس کو بتلایا گیا کہ تقریباً ۲۵ ؍لاکھ سے زائد مسلمان ہر سال حج کرتے ہیں اور ہر ایک پر تقریباً ایک لاکھ روپئے خرچ آتا ہے، تو اس کرسچن عورت نے کہا کہ کتنے مسلمانوں کی زندگی میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے؟ اب ہم اس کا کیا جواب دیں؟ ایک صاحب حج سے واپس آنے کے بعد ان کو کسی سوکھی جگہ تبادلہ دیا گیا تو وہ گالی دے کر کہہ رہے تھے کہ رخصت لینا بھی عذاب ہے، مجھے بالکل ڈرائی Dry جگہ پر ڈال دیا گیا ہے، یہ کیا مصیبت ہے، ذرا غور کیجئے آخر یہ بے شعوری کب تک رہے گی؟ حج کا موسم شروع ہونے سے پہلے حج

کو جانے والوں کے لئے اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں اوراس میں صرف اورصرف مسائل حج سمجھائے جاتے ہیں، کہیں بھی حقیقتِ حج پر کوئی بیان نہیں ہوتا اور نہ حج کے بعد والی زندگی سمجھائی جاتی ہے،بس بے شعوری کے ساتھ حج کرلیا جاتا ہے۔

اسی طرح زکوٰۃ نکالتے وقت بھی مذاق کیا جاتا ہے، بازاروں میں زکوٰۃ کے کپڑے اور زکوٰۃ کے گیہوں جو کسی کام کے نہیں ہوتے سستے داموں بکتے اور لوگ خاص طور پر زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے غریبوں کی بھیڑ اپنے گھروں کے سامنے کھڑا کرکے اُن کو تقسیم کرتے ہیں اور نام ونمود کے ساتھ زکوٰۃ دی جاتی ہے، پھر ایسے لوگ وعظ ونصیحت برابر سنتے، گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ سب کچھ جانتے مگر عمل نہیں کرتے، آخر کیوں؟

مسلمانوں کی بہت قلیل تعداد نماز کی پابند ہے

مسلمانوں کی بہت قلیل تعداد نماز کی پابند ہے اور یہ سلسلہ برسوں سے جاری ہے، ان کا بھی دین کے تعلق سے ناقص تصوّر رہے، ان کا دین صرف نماز کی حد تک ہے، وہ محض نماز ادا کر لینے ہی کا نام دین سمجھتے ہیں اور جو نماز کا پابند ہوتا ہے، اُسے دیندار کہتے ہیں، اُن کے نزدیک دین کا ناقص اور محدود تصور ہوتا ہے، وہ اسلام کے تمام احکام میں سے دو تین پر عمل کر کے مطمئن رہتے ہیں اور احساس رکھتے ہیں کہ وہ دین پر چل رہے ہیں، ان میں بڑی تعداد صرف مسجد کی حد تک ہی مسلمان بنی ہوئی ہے اور مسجد سے باہر شادی بیاہ، تجارت، معاملات اور اخلاقیات میں ان کی مسلمانیت غائب ہوجاتی ہے، جن جن چیزوں میں ان کے نفس کو تکلیف ہوتی ہے، ان چیزوں میں وہ نہ سنتوں کی پابندی کرتے ہیں اور نہ اسلام پر باقی رہتے ہیں، وہ صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی حد تک ہی اسلام کا تصوّر رکھتے ہیں۔

مسلمان کثرت سے مختلف گروپ میں تقسیم ہوگئے ہیں

مسلمانوں کی اکثریت تقریباً قرآن مجید کو سمجھے بغیر ہی پڑھتی ہے اور بغیر علم حاصل کئے عمل کرتی ہے، جس کی وجہ سے مختلف جماعتوں میں بٹی ہوئی ہے، جو لوگ جماعت در

جماعت بٹے ہوئے ہیں ان میں جماعتی تعصب اور عصبیت بہت زیادہ ہے، قرآن کہتا ہے کہ یہودی، نصاریٰ کو گمراہ کہتے ہیں اور نصاریٰ، یہود کو گمراہ کہتے ہیں حالانکہ ان دونوں کے پاس کتاب الٰہی موجود ہے (البقرۃ) اسی طرح ایک گروپ کا مسلمان دوسرے گروپ کے مسلمان کو گمراہ اور جہنمی سمجھتا ہے اور ہر جماعت والا اپنے کو راہ راست پر سمجھتا اور دوسرے کو گمراہ خیال کرتا ہے اور ایک دوسرے کا ایمان والے کی حیثیت سے اکرام نہیں کرتے ،صرف اپنے اپنے گروپ کے لوگوں کا احترام کرتے ہیں، جس طرح یہود ونصاریٰ حق کو حق جان کر سچ اور حق بات اپنے مخالف گروپ سے سننا نہیں چاہتے تھے، اسی طرح یہ مسلمان سچ اور حق بات بھی اپنے مخالف گروپ والے سے نہ سننا چاہتے ہیں اور نہ ماننا چاہتے ہیں، جماعتی تعصب اور عصبیت انتہائی عروج پر ہے، آخر ذرا غور کیجئے اتنی محنتیں ہونے کے باوجود مسلمانوں کی حالت ایسی کیوں ہے؟ اتنی محنتوں کے باوجود ان کو کونسی چیز نہیں مل پا رہی ہے؟ اصلاح کے کام میں کونسا نقص اور خرابی رہ گئی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی اصلاح نہیں ہو رہی ہے اور تقریباً پوری کی پوری قوم دین کے معاملہ میں آدھا تیتر اور آدھا بٹیر بن رہی ہے؟ کیا اسلام صرف صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے لئے ہی تھا؟ کیا موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کے لئے نہیں؟ کیا یہ لوگ اسلام پر پوری طرح عمل نہیں کر سکتے؟ یا موجودہ زمانہ میں اصلاح کا طریقہ کار غلط ہے؟ ہمیں واقعی اس کا جائزہ لینا ہوگا اور ان سوالوں کے جواب تلاش کرنا ہوگا، اگر ہم کو واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو اپنے اندر امت کا درد پیدا کرنا ہوگا۔

اکثر مسلمانوں کو حرام وناجائز مال کی طرف رغبت بڑھ گئی ہے اور حرام وحلال کا احساس ختم ہوگیا

مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد حرام مال جان بوجھ کر جسارت کے ساتھ کھا رہی ہے، وہ حرام طریقوں سے دولت آنے کے تمام راستوں سے واقف بھی ہوتے ہیں اور ان کو گناہ کا راستہ سمجھتے بھی ہیں، مگر پھر بھی جان بوجھ کر حرام مال و دولت حاصل کرتے ہیں، وہ مسلمان

ہوتے ہوئے اسلام سے زیادہ دولت سے محبت رکھتے ہیں اور دولت کو حاصل کرنے کیلئے اسلام کے ہر حکم کو توڑتے بھی ہیں، چنانچہ اکثر مسلمان ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے ہی بھائی کا گھر، مال ودولت کسی نہ کسی طرح سے رشوت، جوڑے گھوڑے اور جہیز کے ذریعہ لوٹ رہے ہیں، چہرے پر داڑھی رکھ کر اور پیشانی پر نماز کا نشان ہوتے ہوئے گھوڑے جوڑے کی رقمیں گنتے ہیں، کہیں پر ہراج کی چٹھیاں چلتی ہیں اور کہیں فکسڈ ڈپازٹ کے نام پر لڑکیوں کی شادیوں کا اہتمام ہوتا ہے اور بنک کا سود جائز کر لئے ہیں اور شادی بیاہ کے نام پر لڑکی والوں سے کثیر لوگوں کی دعوت مانگ کر حرام لقمے سب کو کھلا رہے ہیں، آخر یہ کیسی دینداری ہے؟ ہمیشہ وعظ و نصیحت سننے کے باوجود مسلمان حرام چیزوں اور گناہوں سے توبہ کیوں نہیں کرر ہے ہیں؟ توبہ بھی کرتے ہیں تو وہ صرف مسجد کی حد تک، پھر مسجد سے باہر نکلتے ہی اپنی توبہ بھول جاتے ہیں، حالانکہ دن رات تقاریر میں بتایا جارہا ہے کہ گھوڑے جوڑے کی رقمیں حرام ہیں، اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا ہے پھر بھی مسلمان اپنی روِش نہیں بدل رہے ہیں، اتنی محنتیں ہونے کے باوجود ہزاروں لڑکیاں بغیر شادی کے بیٹھی ہوئی ہیں، ایک بھی لڑکی کی شادی اسلامی انداز پر نہیں ہو پا رہی ہے، سیدھی سادی شادی کا تصور اب بالکل خواب سا بن گیا ہے اور اسلام صرف کتاب میں رہ گیا ہے۔

ایسے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی جاتی ہے

مذہبی اعتبار سے مسلمانوں کی حالت اتنی خراب ہونے کے باوجود ان میں ایک تعداد ایسی ہے جو جہاد کے نام پر لڑنے اور ٹکرانے کا ذہن رکھتی ہے اور غیر مسلم علاقوں میں ظلم و زیادتی کو برداشت کرنے اور یکطرفہ صبر کرنے کو بزدلی قرار دیتی ہے، یہ لوگ ہمیشہ جہاد کے نام پر بے شعور مسلمانوں کو اُبھارتے ہیں اور مسلمانوں کو خودکشی پر آمادہ کرتے ہیں، جس کی مختلف شکلیں دنیا کے مختلف ممالک میں نظر آتی ہیں، ان حضرات کو مرض سے بھی نفرت ہے اور مریض سے بھی، کیونکہ ان کو بحیثیت داعی دنیا میں رہنے کا احساس ہی نہیں، دنیا کے کسی دواخانہ میں ڈاکٹر اور مریض لڑتے ہوئے نہیں دیکھے جاتے، مگر دنیا کی اس امتحان گاہ میں داعی اور مدعو

آپس میں لڑتے ہیں اور مدعو کی ذرا ذرا سی غلط حرکت اور زیادتی کو داعی برداشت نہیں کر پارہا ہے، آخر اتنی محنتیں ہونے کے باوجود مسلمانوں میں حالات کا احساس دور بینی اور زندگی کی سوجھ بوجھ کیوں نہیں ہے؟ کیوں وہ حکمت اور مصلحت سے دور ہیں؟ اور اُن کو غیر مسلم علاقوں میں رہنے کا اصول اور قاعدہ ہی نہیں معلوم۔

مسلمانوں کی دینداری کتنی کمزور اور ناتواں ہے؟ ذرا غور کیجئے!

ارتداد، دہریت اور بے دینی کی کیفیت مسلمانوں میں بہت پہلے سے چلی آرہی ہے، ذرا غور کیجئے کہ ان کی دینداری کتنی کمزور ہے؟ اگر وہ ایسے علاقہ میں رہتے ہیں جہاں ہنود رہتے ہوں یا کثرت سے شرک اور بدعات کا ماحول ہو تو ہنود کے علاقوں میں اور صحبتوں میں رہنے والے مسلمان کثرت سے شرک و بدعات وخرافات میں مبتلا تھے اور ہیں۔

اسی طرح ایسا بھی ہوا کہ عیسائی علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں پر عیسائیت کا رنگ چڑھا اور وہ ان کے ساتھ رہ کر ان کی تہذیب وتمدن سے متاثر ہوگئے اور دین حق کی روِش چھوڑ کر باطل روِش اختیار کرگئے، آخر ایسا کیوں ہوا کہ ایمان پر غیر ایمانی رنگ چڑھا؟ اگر حقیقت میں ایمان ہوتا تو باطل کا رنگ کیسے چڑھتا؟

اسی طرح کفر اور دہریت کے ماحول میں رہنے والے مسلمان بھی دہریت کا شکار ہو کر اسلام سے بیگانہ بنتے چلے جارہے ہیں، آخر مسلمانوں کی مسلمانیت اتنی کمزور اور ضعیف کیوں ہے؟ بہت زمانہ سے وہ مسلمان جو تجارت، نوکری اور تعلیم کیلئے یورپی ممالک جاتے ہیں تو اپنی مذہبیت چھوڑ کر یہود ونصاریٰ کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں، اسی طرح دولت، عہدہ اور کرسی ملتے ہی بہت سے مسلمانوں کی مسلمانیت غائب ہوجاتی ہے، آج بھی جو لوگ باہر جا کر دولت کمارہے ہیں ان میں سے بہت سے لوگوں کی اولاد نہ صرف یہ کہ دینی تعلیم وتربیت سے محروم ہے بلکہ بے راہ روی کا شکار ہے، گھاٹے اور خسارے کی زندگی گذار رہی ہے۔

مسلمانوں کی اولاد مشن اسکولس میں تعلیم حاصل کرکے دہریت اور بے دینی کا شکار پہلے بھی ہوئی اور آج بھی ہورہی ہے، حالانکہ ہر روز گھر پر کسی نہ کسی حافظ ومولوی سے دینی

تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان کے دلوں میں اسلام کے تعلق سے شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں، مگر وہ کسی سے نہیں کہتے، بس مجبوراً اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید میں مسلمان بنے رہتے ہیں، ان کی باڈی کا نام مسلمان ہوتا ہے مگر وہ کچھ اور ہی ہوتے ہیں اور جوان ہوتے ہی اپنے دل کی خواہش پر یہود ونصاریٰ کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور مغربی تہذیب وتمدن کے شیدائی بن جاتے ہیں، آخر ان بچوں کو دینی تعلیم ملنے اور ہر جمعہ وعظ ونصیحت ملنے کے باوجود کونسی چیز نہیں مل رہی ہے؟ کیا اس کا نام ارتداد اور دہریت نہیں ہے؟

بنگلہ دیش میں تسلیمہ نسرین اور لندن میں سلمان رشدی یہ کس کی وجہ سے بنے؟ اگر ہم پوری قوم کا جائزہ لیں گے تو سینکڑوں لڑکے لڑکیاں رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے نکلیں گے، کہیں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد شرعی احکام کو اپنے اوپر نافذ کرنے کو پسند نہیں کرتی، احتجاج کیا جاتا ہے، جلوس نکالے جاتے ہیں، اسلام کے بجائے مختلف اِزموں کو نافذ کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، ذرا غور کیجئے کیا یہ ایمانی کیفیت ہے؟ اور کیا اس کو مسلمانیت کہتے ہیں؟

کہیں پر مسلمان مساجد میں مصلیوں کو گولیوں کا نشانہ بنا کر حالت نماز میں قتل کر ڈالتے ہیں اور دوسرے علاقے کے مسلمانوں کو مہاجر کہتے اور ان کو لوٹنا، مارنا اور قتل کرنا تکلیف دینا جائز سمجھتے ہیں، مہاجروں کو ان کے ملک میں آجانے سے اپنی معیشت کے تباہ ہوجانے کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان کی عزت نہیں کرتے، ان کو گراہوا سمجھتے ہیں۔

عورتیں قرآن مجید کے اس حکم ''گواہی کے سلسلہ میں ایک مرد کے مقابلہ دو عورتیں ہوں'' کو اپنی توہین اور بے عزتی تصور کرتی ہیں، اور احتجاج کے طور پر سڑکوں پر نکل کر جلوس نکالتی ہیں، کہیں اسلام کے بعض احکام پردہ، مردوں کو عورتوں کے مقابلہ میں فوقیت اور مردوں کے شانہ بہ شانہ کام نہ کرنے کو موجودہ زمانہ کے لحاظ سے نامناسب سمجھتی ہیں اور غیر مسلموں کی طرح مردوں کے ساتھ کام دھندا کرنے کو اپنے لئے جائز سمجھتی ہیں اور قرآنی احکام میں تبدیلی کی آواز بلند کرتی ہیں۔

ذرا غور کیجئے کہ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین پر تو ہم مسلمان کفر کا فتویٰ دیں گے، مگر ایسے مسلمانوں کو کیا کہیں گے؟ کیا یہ اسلام کا مزاج ہے اور اسی کا نام مسلمانیت ہے؟ کیا اس

کو ارتداد اور دہریت نہیں کہیں گے؟

عراق، ایران نے دس سال تک آپس میں جنگ کر کے ہزاروں مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل کیا، عراق نے سعودی عرب اور کویت کو لوٹنے کی کوشش کی اور افغانستان میں جہاد کے نام پر مسلمان نے مسلمان کو قتل کیا اور کر رہے ہیں، کہیں سنّی شیعہ کی لڑائیاں، کہیں دیوبندی و بریلوی کی لڑائی، مسجدیں لڑائی جھگڑوں کا مقام بن گئی ہیں، لندن و امریکہ میں جب مسلمان مسجدوں میں لڑائی جھگڑے کرتے ہیں تو وہاں کی پولیس ان کو الگ الگ کرنے کے لئے ان پر کتوں کو چھوڑتی ہے، آخر یہ کیفیت کیا ہے؟ اتنی محنتیں ہونے کے باوجود مسلمانوں کی یہ کیا حالت ہے؟

انتہائی افسوس اور شرم کی بات یہ ہے کہ جس قوم میں مردوں کو حاکمیت دی گئی اور قوّام بنایا گیا وہی قوم قرآنی احکام کے خلاف اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں اپنے اور ملک کی کمانڈ عورت کو دے کر اپنے لئے عورت کا انتخاب کرتی ہے اور اس کو صدر مملکت یا وزیر اعظم بنا کر اس کے تحت چلتی ہے، سینکڑوں گھرانے ایسے ہیں جہاں دیندار اور بے دین دونوں قسم کے مرد اپنی عورتوں کے تحت ہو کر زندگی گذارتے ہیں، ہمارے معاشرہ کی تباہی و بربادی کا ایک راز اسی زن مریدی کی بیماری ہے، آخر مسلمانوں کا یہ کیسا ایمان ہے؟ اور یہ کیسی دینداری ہے؟

مسلمانوں میں بے دینی کے اثرات صرف ایک دو علاقوں ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں ہیں، ہر جگہ مسلم معاشرہ دن بہ دن بے دینی کا شکار ہوتا چلا جا رہا ہے اور اتنی محنتیں ہونے کے بعد ہر ملک اور ہر بستی میں بے دینی بڑھتی ہی جا رہی ہے، جو مسلمان قرآن کی زبان سمجھ سکتے ہیں اور جو قرآن کی زبان نہیں سمجھ سکتے دونوں بے دینی کے سیلاب میں بہتے جا رہے ہیں، چنانچہ عجم تو عجم عرب حضرات بھی بے دینی کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔

ہمیں کسی کی برائی مقصود نہیں، صرف صورتحال کو سامنے رکھ کر احساس دلانے کے لئے یہ سطریں پیش کی جا رہی ہیں، جو لوگ اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں اور جن کی توحید کو دنیا مانتی ہے بیشک وہ بت بنا کر اس کی پرستش تو نہیں کرتے مگر دن بہ دن نفس پرستی، وطن پرستی، قوم پرستی میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں، کیا نفس پرستی شرک نہیں؟ معاشرہ میں زنا اور شراب کا ماحول بڑھتا

جا رہا ہے، انگریز اور اُن کی تہذیب سے بے انتہا محبت بڑھتی جا رہی ہے، مسلمان کے مقابلہ انگریز کو ترجیح دی جاتی ہے۔

خدا کا نام لے لیکر جھوٹی قسمیں کھانے اور جھوٹے وعدے کرنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، مزدوروں سے کام لیکر ان کی اجرت وقت پر نہیں دی جا رہی ہے، نوکروں ڈرائیوروں اور خادمہ عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات کی اطلاعات مل رہی ہیں، **سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اِنْشَآءَ اللّٰه** کہنا تقریباً رسمی بنتا جا رہا ہے اور یہ الفاظ لوگوں کی زبان کے صرف تکیہ کلام بنکر رہ گئے ہیں، شعور سے خالی نظر آتے ہیں، مزدوروں کو آپس میں فروخت کیا جا رہا ہے، جس طرح ایشیاء میں لڑکیوں کی شادی مشکل بن گئی ہے اِسی طرح عربوں میں لڑکوں کو نکاح کرنا بے حد مشکل بن گیا ہے۔

عرب علاقوں میں مسجدوں سے بہت ہی خوش الحانی کے ساتھ دن میں پانچ مرتبہ اذان ہوتی ہے اور ٹی وی اور ریڈیو پر اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، مگر وہاں پر مسجدوں سے باہر کی زندگی میں چاہے وہ پارلیمنٹ کی زندگی ہو یا عدالت یا دفتر کی زندگی یا بازاروں اور محلوں کی زندگی میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑائی نہیں چلتی، کہیں آدھا اسلام ہے اور آدھا غیر اسلام کا قانون ہے اور کہیں برائے نام اسلام کا قانون ہے، شراب جوا، ریس، زنا کی وادیاں آباد ہوتی جا رہی ہیں، آخر وہ لوگ جو عربی داں ہیں، جن کو قرآن کی زبان آسانی سے سمجھ میں آتی ہے اور جو اہل زبان ہیں، ان کی حالت کیوں گرتی جا رہی ہے؟ وہ قرآن سے دور کیوں ہوتے جا رہے ہیں؟ وہ لوگ برائیوں کا شکار کیوں ہوتے جا رہے ہیں؟ آخر ان پر کونسی محنت کم ہوگئی ہے؟

وقفہ وقفہ سے رسالوں اور علماء حضرات کی تقریروں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آندھرا پردیش میں قادیانیت پھیل رہی ہے، بنگلہ دیش میں عیسائیت پھیل رہی ہے، راجستھان اور آگرہ کے علاقوں میں مسلمانوں کو غیر مسلم بنالیا گیا ہے، ہندوستان کے قریب جزیرہ انڈومان میں مسلم اور غیر مسلم مل کر شادی کر لیتے ہیں، ماہنامہ ''الاسلام'' جو برطانیہ سے شائع ہوتا ہے، وہ لکھتا ہے کہ بی بی سی ریڈیو نے کراچی کے ایک چرچ کو بتلا کر یہ دکھایا کہ کچھ

مسلمان جو عیسائیت قبول کر چکے ہیں وہ کراچی کے ایک چرچ میں ٹھہر کر گیت گا رہے ہیں، ہریانہ کی معروف دینی جامعہ اسلامیہ انوار الاسلام نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ تقسیم ہند کے وقت ہریانہ، پنجاب، سونی پت، دوداد نامی گاؤں میں کئی خاندان اسلام چھوڑ کر غیر مسلم بن گئے ہیں اور آج بھی غیر مسلم ناموں کے ساتھ زندہ ہیں، آفریقہ میں بھوک پیاس اور غربت کی وجہ سے انگریز وہاں پہنچ کر کئی مسلمانوں کو عیسائیت میں داخل کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے حالات مسلم معاشرہ میں برسوں سے چلے آرہے ہیں اور بہت اوپر سے آرہے ہیں

ہم بچپن میں دیکھتے تھے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد بے نمازی تھی اور اب بھی بے نمازی ہے، لیکن عورتیں سخت پردہ کرتی تھیں گرچہ وہ نماز بالکل نہیں پڑھتی تھیں، نواب زادوں اور صاحبزادوں کی زندگیاں بادشاہوں کی نقل میں شراب کباب میں گذرتی تھیں، شرعی احکام کی خلاف ورزی کر کے کثرت سے بیویاں رکھی جاتی تھیں، لیکن زنا اور ساری برائیاں چھپ کر ہوا کرتی تھیں، کوٹھے پر عورتیں ناچتی تھیں، گانے بجانے والیاں گھروں میں آتیں، ہجڑوں کا ناچ ہوتا تھا، اس زمانے میں بھی لوگ یہی کہتے کہ میاں قیامت کا زمانہ قریب ہے اس لئے مسلمان بے عمل ہو گیا ہے۔

غور کیجئے آخر مسلمانوں کی حالت کیوں ایسی ہے؟ ان کو دینی تعلیم میں کونسی چیز نہیں مل رہی ہے؟ مسلمان جب دنیا کا علم حاصل کرتا ہے تو بہت قابل بن جاتا ہے اور اس میں بے انتہاء صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں مگر دین کا علم حاصل کرنے کے باوجود ہر جمعہ وعظ ونصیحت سننے کے باوجود کمزور کیوں ہوتا جا رہا ہے؟ ہمیں یہ بات واقعی سوچنا چاہئے کہ آخر ہماری دینی تعلیم میں کونسی چیز چھوٹ رہی ہے؟ اور ہماری اصلاح کی محنتوں میں کونسی چیز کی کمی اور نقص ہے؟ اس پر ہمارے علماء حضرات نے کبھی غور نہیں کیا، قوم کے دانشور بس یہ بات آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب قیامت کے حالات ہیں اور قیامت کے قریب ایسی ہی بے دینی رہے گی یا پھر یہ

کہتے ہیں کہ یہ یہود ونصاریٰ کا اثر ہے، حالانکہ اس قسم کے حالات مسلم معاشرہ میں صدیوں سے چلے آرہے ہیں اور بہت اوپر سے آرہے ہیں، صدیوں سے مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ جب بھی ان کو زمین پر اقتدار اور کرسی ملی تو انہوں نے اللہ کا قانون نہ زمین پر نافذ کیا اور نہ اپنے اوپر نافذ کیا بلکہ ہمیشہ قرآن کو صرف پڑھنے اور تقریریں کرنے کی حد تک محدود رکھا، ہمارے بڑوں کو امت کے ان حالات پر سوچنے اور غور کرنے کی فرصت ہی نہیں۔

فقہی مذاکرے بہت ہورہے ہیں

مسلمانوں کو جب انشورنس، سود، اعضاء کی پیوندکاری، حج اور زکوٰۃ کے مسائل، تجارت کے مسائل، بنک بیلنس کے مسائل درپیش ہوتے ہیں اور کچھ دولتمند لوگ جب ان عنوانات پر سوالات کرتے ہیں تو ہمارے علماء اس پر بڑے بڑے سمینار کرکے پوری دنیا سے اہل علم کو جمع کرلیتے ہیں اور اب تو ہر دو چار سال میں ایک مرتبہ اس قسم کے سمینار منعقد کرنے کا رواج بن گیا ہے تاکہ نئے نئے مسائل پر غور کیا جائے، بیشک یہ اچھی چیز ہے، مگر جب قوم بیمار ہو اور اصل روح سے خالی ہو اس کو اچھے اچھے پوشاک، پوڈر، اِسنو لگانے سے کیا فائدہ؟ ہمارے بڑوں نے کبھی سر جوڑ کر اس موضوع پر سمینار نہیں کیا کہ آخر امت کی حالت پوری دنیا میں دن بہ دن اتنی گرتی کیوں جارہی ہے؟ اتنی محنتوں اور کوششوں کے باوجود مسلمانوں میں تقویٰ اور پرہیزگاری کم کیوں ہوتی جارہی ہے؟ مدرسوں کا معیار گرتا کیوں جارہا ہے؟ اصلاح کرنے والے خود اصلاح کے محتاج کیوں بن گئے ہیں؟ ان کی زندگی ناقص اور نامکمل انداز کی کیوں ہے؟ آخر ایسا کیوں ہے؟ اس پر کبھی غور نہیں کیا گیا اور نہ کسی کو اس پر غور کرنے کی فرصت ہی ہے۔

روح کو چھوڑ کر بدن پر محنت کی جارہی ہے!

یہ تمام چیزیں بیان کرنے کا مقصد کوئی تنقید نہیں بلکہ مضمون کو سمجھانا مقصود ہے تاکہ ہمارے علماء کرام کی محنتوں کا رخ صحیح ہوجائے تو ذرا غور کیجئے کہ مسلمانوں کی حالت آخر ایسی کیوں ہوتی جارہی ہے؟ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ بیماری کی تشخیص ہی غلط ہے، ان کی بیماری

کچھ ہے اور علاج کچھ اور ہی کیا جارہا ہے، ان کی ضرورت کچھ ہے اور ان کو دیا کچھ جارہا ہے، جس کی وجہ سے اتنی محنتیں ہونے کے باوجود وہ بیمار ہی بیمار ہوتے جارہے ہیں، غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ ہماری دینی تعلیم کے طریقہ کار میں سب سے بڑا نقص اور خرابی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایمانیات کی تعلیم دِئے بغیر اسلام کی تعلیم دی جارہی ہے، ہماری دینی تعلیم میں ایمانیات کی تعلیم کا فقدان ہے اور دینی تعلیم ایمانیات سے خالی ہے، مسلمان بچوں کو مسلم گھرانے میں پیدا ہوتا ہوا دیکھ کر، ان کے باپ دادا کو مسلمان دیکھ کر ان کا نام حکومت کے رجسٹروں میں مسلمانوں کے خانوں میں دیکھ کر، ان کو ایمان والا سمجھ کر بچپن سے صرف مسائل ہی مسائل کی تعلیم دی جارہی ہے، ایمانیات کی تعلیم معمولی اور سرسری دی جاتی ہے، جس سے کوئی شعور بیدار نہیں ہوتا، مسلم دانشوروں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ صرف مسائل کی تعلیم دینے سے ایمان پیدا نہیں ہوتا مسائل اور اعمال کی تعلیم کا فائدہ تو صرف اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ ایمان پیدا ہو جائے اور ایمان میں شعور آجائے، قرآنی علوم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، ایک ہے بنیاد **Base**، دوسرا ہے اس کا ڈھانچہ **Structure**، بنیاد **Base** دراصل روح ہے جس کو ہم ایمان کہتے ہیں اور ڈھانچہ **Structure** اس کا جسم ہے جس کو ہم شریعت کہتے ہیں، یعنی ایمان جڑ ہے اور پتے ڈالیاں، پھل پھول جسم ہے، روح کے بغیر جسم حرکت نہیں کرتا، بے جان اور مردہ بنا رہتا ہے، اگر مردہ جسم کو کپڑے پہنائے جائیں، جوتا، چپل، ٹوپی پہنائی جائے، اِسنو، پوڈر لگایا جائے تو وہ حرکت نہیں کرے گا بلکہ مردہ کا مردہ ہی رہے گا، حرکت کرنے کے لئے جان چاہئے۔

جس طرح کسی چیز کو اٹھانے کے لئے طاقت وقوت چاہئے اسی طرح اچھے اعمال اختیار کرنے کے لئے ایمان کی طاقت وقوت چاہئے، جس کا جیسا ایمان ہوگا عمل بھی ویسا ہی ہوگا، اگر ایمان میں خرابی ہوگی یا کمزوری ہوگی تو عمل بھی خراب اور کمزور ہوگا، قرآن مجید میں ہر جگہ پہلے ایمان کا مطالبہ ہے پھر اسلام کا، ایمان کا تعلق اندرون سے ہے اور اعمال کا تعلق بیرون سے، ایمان کا مرکز اور گھر دل ہے اور تمام اعضائے بدن دل کے اشاروں پر کام کرتے ہیں، دل بادشاہ ہے اور تمام اعضاء اس کی رعایا، اب دل میں جس طرح کا عقیدہ،

خیالات اور فکر ہوگی ہاتھوں پیروں سے اسی چیز کا اظہار ہوگا، اگر دل میں محبت ہوگی تو ہاتھوں پیروں سے محبت ہی کے جذبات اور آثار ظاہر ہوں گے اور اگر دل میں غصہ ہوگا تو ہاتھوں پیروں سے غصّے کے آثار ظاہر ہوں گے، غرض اگر دل میں ایمان ہوگا تو ہاتھوں پیروں سے اسلام ہی ظاہر ہوگا، اگر دل میں ایمان کمزور اور ضعیف ہوگا تو عمل بھی خراب ہوگا، اسی لئے قرآن مجید میں ہر جگہ پہلے ایمان کا مطالبہ ہے پھر اعمال کا، ایمان اصل میں اعمال کا ڈرائیونگ فورس اور قوت ہے اور اعمال دراصل ایمان کا عکس اور سایہ ہوتے ہیں، اعمال ایمان کا پروڈکشن ہوتے ہیں، جیسا ایمان ہوگا ویسے اعمال نکلیں گے، اس لئے ہمیں سب سے پہلے ایمان کی محنت کرنی چاہئے پھر اعمال کی۔

دنیا میں کوئی بھی عمارت بنیاد ڈالے بغیر نہیں بنائی جاتی اور اگر بغیر بنیاد کے بنائی جائے تو جلد کمزور ہوکر گر جاتی ہے، کسی تنے کو جڑیں نہ ہوں تو اس کو پتے، ڈالیاں، پھل پھول نہیں آتے، اسی طرح انسانوں کو ایمان دئے بغیر اسلام پر کھڑا کیا جائے تو وہ کمزور مسلمان ہوں گے، ان میں اسلام پر چلنے کی طاقت نہیں ہوگی، اسی طرح ہمارے دانشوروں کو یہ بات سوچنی چاہئے کہ برسوں سے جب قوم کو مسائل کی تعلیم دی جارہی ہے اور اصلاح معاشرہ کے نام پر گناہ کو چھوڑکر اعمال صالحہ اختیار کرنے کی دعوت دی جارہی ہے اور ان کو ڈاڑھی، کُرتا، ٹوپی، برقعہ اور نماز کا پابند بنایا جارہا ہے اور بار بار مسائلِ شریعت کا درس دیا جارہا ہے، تب بھی ان میں دین پیدا نہیں ہورہا ہے، تو اس کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ ان میں ایمان کی کمی ہے، ایمان کی ضروت ہے، افسوس برسوں سے مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر بھی ان پر اصلاح کا یہی طریقہ کار اختیار کیا گیا۔

یاد رکھئے کہ کسی انسان کو ایمان سمجھائے اور اس میں ایمان پیدا کرائے بغیر اگر مسائل اور اعمال کی تعلیم دیجائے گی تو وہ کمزور مسلمان بنے گا، اس میں اسلام پر جمنے کی طاقت بہت کم ہوگی، ہوا کا جھونکا جدھر چاہے گا اس کو اُڑا لے جائے گا، جس طرح بغیر جڑوں کا درخت کمزور اور ناتواں ہوتا ہے ایسا ہی بغیر ایمان کی تعلیم سے جو مسلمان تیار ہوگا وہ کمزور اور ناتواں ہوگا، اس میں اسلام پر چلنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

موجودہ زمانہ کے طریقۂ تعلیم میں روح ڈالے بغیر جسم کو سجایا جارہا ہے، جڑیں پیدا کئے بغیر پتّے، ڈالیاں، پھل پھول لانے کی محنت کی جارہی ہے، جو دن بہ دن ناکام ہوتی جارہی ہے، چنانچہ عرصۂ دراز سے اصلاح معاشرہ کا کام ہونے کے باوجود اصلاح کم اور بگاڑ زیادہ ہی ہوتا جارہا ہے، علماء کے سارے وعظ وتقاریر اعمال اور مسائل پر ہوتی ہیں، تمام کے تمام لٹریچر شریعت کے مسائل پر ہی بحث کرتے ہیں اور تقریباً تمام کتابیں وضو، غسل، طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ ڈھانچہ **Structure** ہی پر لکھی جارہی ہیں، مدارس میں صرف مسائل ہی مسائل کی تعلیم دی جارہی ہے اور زیادہ محنت مسائل کی بحث ومباحثوں پر ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اعمال کے مسائل سے واقف علماء تو بہت نکل رہے ہیں لیکن معرفتِ الٰہی سے سرشار علماء کا فقدان ہے، یاد رکھئے وضو، غسل، طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ کے مسائل یاد دلانے سے ایمان پیدا نہیں ہوتا، چنانچہ بازار میں ایمانیات پر لٹریچر نہ ہونے کے برابر ہے، ایمان پیدا کرنے کے لئے تو باقاعدہ ایمانیات کی محنت کرنی ہوگی، اگر ایمانیات پر محنت نہ کی جائے تو مسلمانوں کے مزاج ومعاشرہ میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

چنانچہ موجودہ زمانہ کی ناقص دینی تعلیم کی وجہ سے ایک مسلمان کلمہ پڑھ کر بھی شرک کرتا ہے، مگر اس کو اپنے شرک کا شعور نہیں، ایک غیر مسلم جس طرح اپنے باپ دادا کو بت کی پرستش کرتا ہوا دیکھ کر غیر شعوری طور پر تقلیدی انداز میں بُت کو خدا کہتا ہے اور شرک کا شعور نہیں رکھتا اسی طرح ایک مسلمان اپنے باپ دادا اور استادوں کو اللہ، رسولؐ اور قرآن کو مانتا ہوا دیکھ کر اور کلمہ پڑھتا ہوا سن کر، اللہ کو اللہ، محمدؐ رسول اللہ کو اپنا پیغمبر اور قرآن کو اللہ کی کتاب مانتا ہے، مگر اس کی توحید میں شعور نہیں ہوتا، وہ کلمہ پڑھ کر بھی کلمہ سے واقف نہیں ہوتا اور نہ اس کی زندگی میں کلمہ کے اثرات نظر آتے ہیں، وہ کلمہ پڑھ کر بھی شرک کرتا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے، دنیا میں جب ایک درخت کے رس کو جس کا نام سیندھی (شراب) ہے استعمال کیا جاتا ہے تو انسان کی حالت ہی بدل جاتی ہے، اس کی چال اور گفتار اور حرکتوں میں فرق آجاتا ہے، مگر آج کا انسان جب کلمہ پڑھتا ہے تو کلمہ طیبہ کو دل میں اُتارنے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس کا اثر اس کی زندگی میں ظاہر کیوں نہیں ہورہا ہے؟ ایک درخت کے رس کا تو اثر ہوتا ہے مگر کلمہ طیبہ

کا اثر کیوں نہیں ہورہا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں کلمہ کو پیا نہیں گیا، کلمہ صرف دیکھا دیکھی یا سنا سنی پڑھا جارہا ہے، چنانچہ ایمان کی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے سینکڑوں مسلمان صرف تقلیدی ایمان رکھتے ہیں، حقیقی اور شعوری ایمان سے بہت دور ہیں اور شعوری ایمان کے نہ ہونے کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کثرت سے جان بوجھ کر کرتے ہیں اور مسلمان ہوتے ہوئے اسلام کو پسند نہیں کرتے۔

مسلمانوں کی اکثریت کو بڑے بڑے گناہوں کا احساس ہے، وہ جانتے ہیں کہ نماز کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے، مگر پھر بھی وہ نماز نہیں پڑھتے، اسی طرح بہت سارے کاموں میں گناہوں کو جانتے ہوئے گناہ کرتے ہیں، علماء حضرات اصلاح معاشرہ کے عنوان سے جلسے کر کے ایسے مسلمانوں کو برائی کا احساس دلاتے اور برائی چھوڑنے کی ترغیب دیتے ہیں اور یہ لوگ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے چھوڑ دیتے ہیں مگر برائی نہیں چھوڑتے، علماء کرام کو یہ سوچنا چاہئے کہ آخر یہ برائی کو برائی جاننے کے باوجود کیوں اختیار کئے ہوئے ہیں؟ یہ برائی کو کیوں نہیں چھوڑ رہے ہیں؟ برائی کو چھڑانے کا طریقہ کیا ہونا چاہئے اور برائی چھڑانے کے لئے کونسی دوا پلائی جانی چاہئے؟

برسوں سے مسلمانوں کی مذہبی حالت انتہائی کمزور، خراب اور تشویشناک ہے، اس کے باوجود علماء کرام نے عام مسلمانوں کی اصلاح اور دینی تعلیم کا طریقہ بس یہ رکھا کہ جب بھی کسی کام میں گناہ زیادہ ہونا شروع ہوجاتا ہے تو اصلاح معاشرہ کے نام پر جلسے منعقد کئے جاتے ہیں اور غلط کاموں کو گناہ بتلایا جاتا ہے، حالانکہ لوگوں کو ان کاموں کے گناہ ہونے کا احساس پہلے سے رہتا ہی ہے اور لوگوں کو اطاعت وفرمانبرداری کی دعوت دی جاتی ہے یا پھر دینی تعلیم کی نام پر مدارس کھولے جاتے ہیں اور ان میں نورانی قاعدہ پڑھایا جاتا ہے، تجوید پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے، جس کے لئے دینی مدارس میں دو دو سال کا وقت لیا جاتا ہے، پھر پانچ دس پارے ناظرہ پڑھایا جاتا ہے، طوطا مینا کی طرح کلمے یاد دلائے جاتے ہیں، نماز سکھائی جاتی ہے، بغیر معنی کے دعائیں یاد دلائی جاتی ہیں، قرآن کی کچھ سورتیں یاد دلائی جاتی ہیں، پھر وضو، غسل، طہارت، نماز وغیرہ کے مسائل بتائے اور یاد دلائے جاتے ہیں، اس کے

علاوہ ماں باپ کا ادب اور استاد کا ادب، جھوٹ نہ بولنا، گالی نہ دینا، چوری نہ کرنا کی تعلیم دی جاتی ہے، جبکہ دینی مدارس میں کسی بچے کا سامان کھلا نہیں رکھا جا سکتا ہے، ہر بچے کیلئے ایک صندوق اور قفل ضروری ہے، غور کیجئے کہ وضو، غسل، طہارت کے مسائل یاد دلانے یا استاد کا ادب، ماں باپ کا ادب وغیرہ کی تعلیم دینے سے کیا ایمان پیدا ہو سکتا ہے؟ پچھلے زمانے میں بھی یہی تعلیم تھی اور اب موجودہ زمانے کے طریقۂ تعلیم کا بھی یہی انداز ہے، پچھلے زمانے میں بھی شعور دئے بغیر یہ سب کچھ پڑھایا جاتا تھا، اب بھی شعور دئے بغیر یہ سب کچھ پڑھایا جا رہا ہے، ہاں موجودہ دور میں تجوید پر بہت زیادہ زور دیا جا رہا ہے، لیکن ذرا غور کیجئے کہ شعور دئے بغیر یہ سب یاد دلانے سے کیا ایمان پیدا ہو جائے گا؟ ایک غیر مسلم عیسائی یا یہودی کو خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھایا جائے یا رٹا دیا جائے تو کیا وہ ایمان سمجھ جائیگا؟ اسی طرح ایک مسلمان بچے کو آٹھ آٹھ سال دینی مدرسہ میں رکھ کر قرآن کا صرف حافظ بنا دینے اور وضو، غسل وغیرہ کے مسائل یاد دلانے اور ماں باپ کے حقوق اور استاد کا ادب، پڑوسیوں کے حقوق یاد دلانے سے کیا وہ ایمان والا بن جائے گا؟ یہ بات ہمارے دانشوروں کو آخر سمجھ میں کیوں نہیں آ رہی ہے کہ ایک بچے کو صرف حافظ قرآن اگر بنا دیا جائے یا زیادہ زور تجوید پر دے کر بہترین قاری بنا دیا جائے تو کیا وہ ایمان والا بن جائے گا؟ آخر وہ کیسے ایمان والا بن جائے گا؟ یہ اور بات ہے کہ قرآن کے نورانی اثرات اس پر پڑیں گے اور اس کا دل اسلام کی طرف مائل ہو جائے گا، مگر ماحول سے باہر نکلتے ہی کیا وہ اپنے اوپر ان اثرات کو باقی رکھ سکے گا؟ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید سنانے کو سینکڑوں حفاظ اپنے لئے ذریعۂ معاش بنا لئے ہیں اور قرآن مجید کو پڑھانے اور یاد دلانے کی مختلف قیمتیں مقرر کر دئے ہیں، علماء کرام نے بھی دین کے وعظ و نصیحت کی مختلف قیمتیں مقرر کر دی ہیں اور بغیر پیسے لئے وہ وعظ و نصیحت کو نہیں آتے، دعوت دینے والے ان کے لئے بہترین سواری کا انتظام کریں، پھر لوگوں کو جمع کریں اور لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کریں، پھر ان کے وقت کو استعمال کرنے کا معاوضہ دیں اور بہترین کھانے اور ٹھہرنے کا انتظام کریں، تب کہیں مولانا صاحب تشریف لاتے اور اکثر دیر سے تشریف لاتے اور پھر وعظ فرماتے۔

ان کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ پیاسا کنویں کے پاس آتا ہے، حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے پاس جاتے اوران کوان کی بیماری کا احساس دلاتے، خیر ہمیں یہاں علماء کے حالات پر بات کرنی نہیں ہے، یہ سب دراصل وہی روایتی انداز کی تعلیم کا نتیجہ ہے جو بغیر ایمانیات کی تعلیم کے ان کو بھی تعلیم دی گئی اور وہ بھی عوام کی طرح تقلیدی انداز کا ایمان رکھتے ہیں، شعوری ایمان سے بہت دور ہیں، وہ زیادہ تر مسائل کے عالم ہیں، معرفتِ الٰہی کے عالم بہت کم ہیں، مقولہ مشہور ہے ''جیسی روح ویسے فرشتے'' جیسے علماء رہیں گے عوام بھی ویسی ہی تیار ہوگی۔

موجودہ زمانے میں دینی تعلیم کے نام پر کثرت سے صرف تجوید، ناظرہ اور حفظ قرآن کے مدارس بے شعور قسم کے سند یافتہ علماء حضرات کھول رہے ہیں اور بغیر شعور دئے وہ روایتی انداز پر تعلیم دیتے ہیں، پھر ان کے نزدیک دین کی محنت کا جذبہ کم، اپنے اور اپنے احباب کے روزگار فراہم کرنے کا جذبہ وفکر زیادہ ہوتی ہے، جبکہ دینی تعلیم کا طریقہ کار ہی انتہائی ناقص ہے، پھر مدرسہ کے ذمہ داروں کا جذبہ انتہائی گرا ہوا ہے اور یہ لوگ روایتی انداز کی تعلیم سے ہٹ کر کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا ہی نہیں چاہتے، تو غور کیجئے کہ کہاں ایمان کی محنت ہوگی؟ بچے کیسے ایمان واخلاص سیکھیں گے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳؍سال مکہ میں پہلے ایمان کی محنت کی اور باقی دس سال میں شریعت کے احکام بتائے، قرآن مجید کا ۷۵؍فیصد حصہ ایمانیات کو پیش کرتا ہے اور ۲۵؍فیصد حصہ مسائل کی تعلیم دیتا ہے، مگر ہمارے دینی تعلیم کے طریقۂ کار میں الٹا ہوگیا، ۹۰ فیصد تعلیم مسائل کی دی جاتی ہے اور ۱۰ فیصد تعلیم سرسری ایمانیات کی، جس سے کوئی شعور بیدار نہیں ہوتا، قرآن مجید ایمانیات کی تعلیم دے کر اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کو پیش کرتا ہے، مگر ہمارے لٹریچر میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے تعارف پر کوئی کتاب نہ ہونے کے برابر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کے ۱۳؍سال جس طرح ایمان کی محنت کی اور قرآن جس طرح بار بار پہلے ایمان کا تذکرہ کرتا ہے پھر اعمال اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے اسی طرح ہمیں بھی ہر انسان کو پہلے ایمان کی اس کے بعد اعمال کی تعلیم دینی چاہئے، ہر مسلمان بچے کو دین ویسے ہی سمجھانا چاہئے جیسے کسی غیر مسلم کو سمجھایا جاتا ہے، دنیا کے کسی مدرسے میں ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ جو مدرسہ

دس بارہ سال پہلے قائم کیا گیا ہو اس میں شروع شروع پہلی جماعت سے تعلیم دی جاتی ہے اور بعد کے سالوں میں شریک ہونے والوں کو پرائمری Primary تعلیم چھوڑ کر مڈل اسکول سے تعلیم دی جاتی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہوتا، مدرسہ چاہے کتنا ہی قدیم کیوں نہ ہو جائے ہر سال شریک ہونے والوں کو شروع سے تعلیم دی جاتی، تو پھر ذرا غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کے نام پر جو مدرسہ کھولا تھا اس میں بعد کے زمانوں میں پرائمری Primary کی تعلیم چھوڑ کر درمیانی تعلیم یا بنیادی تعلیم چھوڑ کر ڈھانچے کی تعلیم سے کیوں پڑھایا جارہا ہے؟

ایمان تو ضرور ہے مگر اس کی مقدار بہت ہی کم ہے!

ہم ہرگز یہ نہیں کہتے کہ لوگوں کے پاس ایمان ہی نہیں بلکہ اکثر لوگوں کے پاس ایمان کی بہت بڑی کمی ظاہر ہوتی ہے، اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کسی نے پینے کے لئے پانی مانگا، اب اگر ہم چمچہ بھر پانی اس کو دیں تو کیا اس سے پیاس بجھے گی؟ پیاس بجھانے کے لئے تو کم از کم گلاس بھر پانی چاہئے، اسی طرح اگر کوئی غسل کے لئے پانی مانگے اور ہم اس کو گلاس بھر پانی دیں تو کیا گلاس بھر پانی سے کوئی غسل کرے گا؟ غسل کے لئے بالٹی بھر پانی چاہئے، اب ذرا غور کیجئے کہ جن لوگوں کے پاس ایمان کی کمی ہو وہ کیسے اعمال کا مجاہدہ کریں گے؟ اعمال کا مجاہدہ کرنے کے لئے ایمان چاہئے، جس کا جیسا ایمان ہوگا اس کا مجاہدہ اور قربانی بھی ویسی ہی ہوگی، چنانچہ موجودہ زمانے میں جن لوگوں کے ایمان میں شعور پیدا ہو گیا ہے وہ الحمد للہ قربانیاں دے رہے ہیں، مجاہدے کر رہے ہیں اور اسلام میں پورے پورے داخل ہونے کی کوشش بھی کر رہے ہیں، مگر ان کی تعداد بہت ہی کم ہے

مسلمانوں پر تجدید ایمان کی محنت کی جائے اور ان کو دین ویسے ہی سمجھایا جائے جیسے غیر مسلم کو سمجھایا جاتا ہے

مسلمانوں کی ہر نسل کو دین ویسے ہی سمجھایا جائے جیس غیر مسلموں کو سمجھایا جاتا ہے،

حضرت امام مالکؒ نے اپنے زمانہ میں ارشاد فرمایا کہ ''اس امت کے آخرت حصے کی اصلاح بھی اسی طرح سے ہوگی جس طرح پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی''، غور کیجئے پہلے حصے کی اصلاح ایمانیات ہی سے ہوئی تھی یا نہیں، اگر ہوئی تھی تو پھر ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنی تعلیم کا آغاز ایمانیات سے ہی کریں۔

جن لوگوں کے پاس شعوری ایمان نہ ہوان پر اصلاحِ معاشرہ کے عنوان سے کام کرنا عقلمندی نہیں ہے بلکہ یہ غلط تشخیص ہے، جس کا کچھ بھی فائدہ نہیں نکل رہا ہے اور وقت، پیسہ محنتیں سب کچھ ضائع و برباد ہونے کے برابر ہے، عقل وفہم کو استعمال کرنا ہوگا۔

چنانچہ بے شعور مسلمانوں کو نماز پڑھنے، پردہ کرنے، گانا بجانا چھوڑنے، فضول خرچی نہ کرنے، حرام سے بچنے کی تلقین کی جاتی ہے، حالانکہ ان چیزوں پر عمل کرنے کے لئے ایمان چاہئے، ایمان جب پیدا ہوگا تب ان چیزوں کا مجاہدہ ہوگا، حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آئی تھی کہ مسلمانوں کو ایمان اور یقین کی بنیاد پر اٹھایا جائے، وہ اگر آج زندہ ہوتے تو کچھ اور ہی بات ہوتی، اس لئے کہ موجودہ زمانہ میں تجدید ایمان کی محنت کی جائے اور ہر مسلمان بچے کو دین ویسے ہی سمجھایا جائے جیسے غیر مسلموں کو سمجھایا جاتا ہے، نیز مسلمانوں کو توحید، رسالت اور آخرت کی تعلیم وسیع اور شعوری انداز میں دی جائے اور قرآن مجید کے وہ حصے جس میں ایمانیات کا بیان ہے اور خاص طور پر ۲۹ اور ۳۰ ویں پارے کی تمام سورتیں مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے ان کے دروس دئے جائیں اور مسلمانوں کے ایمان میں شعور بیدار کیا جائے، علماء کرام اکثر توحید کے نام پر جھنڈوں، قبروں، علموں، منّتوں مُرادوں، چھلّوں کی مخالفت کر کے سمجھتے ہیں کہ وہ توحید کا درس اور تعلیم دے رہے ہیں، اگر صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا جائے تو خود بخود مخلوقات کی نفی ہوجاتی ہے اور انسان مخلوقات سے کٹ کر خالق کا ہوجاتا ہے، مخلوق سے کاٹنا ہو تو خالق کا تعارف کرائیے، توحید کی تعلیم کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ تعارف کرایا جائے اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی و کبریائی، عظمت اور اس کی رحمت ومحبت لوگوں کے ذہنوں میں بٹھایا جائے اور یہ تعارف کثرت سے اللہ تعالیٰ کی صفات کو پیش کر کے کرایا جاسکتا ہے، جب انسانوں کے سامنے اللہ

تعالیٰ کا تعارف ہی صحیح نہ ہوگا تو وہ کیسے مخلوق پرستی سے کٹیں گے؟ کیسے شرک کو چھوڑیں گے؟ کیسے اللہ سے محبت کریں گے اور کیسے اللہ سے ڈریں گے؟ کیسے اس کا ادب واحترام اور تعظیم کریں گے؟ اس کو مثال سے یوں سمجھئے: (مثال رہبری کیلئے ہے نہ کہ برابری کیلئے)

ایک بس میں مسافر سفر کررہے ہیں، کچھ مسافر شراب کی بوتلیں لئے شراب پی رہے ہیں اور دوسرے مسافروں سے چھیڑ چھاڑ کررہے ہیں، دو مسافر ایک سیٹ پر بیٹھے ہیں ان میں کا ایک پڑھا لکھا اور دوسرا جنگلی وگنوار ہے، جنگلی گنوار کمبل اوڑھے بیڑھی پی رہا ہے اور پڑھے لکھے مسافر پر بیڑی کا دھواں چھوڑ رہا ہے، دھکّے مار رہا ہے، دبا رہا ہے، کچھ فاصلہ کے بعد بس یکایک رُکی اور نیچے سے وردی پہنے ہوئے کچھ لوگ بس میں آئے اور پڑھے لکھی مسافر کو سلامی دی، پڑھے لکھے مسافر نے کچھ احکام دئے اور شام تک واپس آنے کا اظہار کیا، وردی پہنے ہوئے لوگ احکام کی فوری پابندی کرنے کا اظہار کرتے ہوئے نیچے اتر گئے، بس آگے بڑھی، اب بس میں ایک دم خاموشی طاری ہوگئی، ہر ایک کو معلوم ہوا کہ یہ ضلع کا ایس پی ہے، شراب پینے والے شراب کی بوتلیں پھینک کر خاموش بیٹھ گئے، جنگلی گنوار انسان خود کو سمیٹ کر تکلیف میں بیٹھ گیا، بیڑی پھینک دیا، ذرا غور کیجئے! پہچان ہوجانے کے بعد تمام مسافرین کی کیفیت بدل گئی، اسی طرح دنیا کے اس سفر میں لوگ جو حرکتیں اور نافرمانیاں کررہے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ سے واقف نہ ہونے کا نتیجہ ہے، جب اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان اور تعارف ان کو کرایا جائے گا اور وہ جب اللہ تعالیٰ سے اچھی طرح واقف ہوجائیں گے تو انسانوں کی حالت ہی بدل جائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے وہ اگر صحیح ہوجائے تو سارا بدن صحیح ہوجاتا ہے وہ اگر بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، وہ انسان کا دل ہے، یاد رکھئے دل تمام جسم کا بادشاہ ہے اور جسم کے تمام اعضاء اس کی رعایا ہیں، دل جو حکم دے گا اعضاء وہی کریں گے، اس لئے دل میں اگر ایمان آجائے تو ہاتھوں اور پیروں سے اسلام نکلے گا، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ دل میں ایمان ہو اور ہاتھوں پیروں سے کفر نکلے، اس لئے ضرورت ہے کہ انسانوں کے دلوں پر محنت کی جائے اور دل میں معرفت الٰہی پیدا کی

جائے اور معرفت الٰہی کے ذریعہ سب سے پہلے ایمان پیدا کیا جائے، اگر دل میں ایمان پیدا ہوجائے گا تو ہاتھوں، پیروں اور تمام اعضاء سے اسلام ہی اسلام ظاہر ہوگا۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں میں دین پیدا کرنے کے لئے ان کو شعور دئے بغیر اور اللہ تعالیٰ کی پہچان کرائے بغیر محض عبادات کا پابند بنایا جاتا ہے اور عبادات کی مشق کرواکر سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ دیندار بن گئے، جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں ان کو بھی شعور دئے بغیر محض عبادات کی مشق کرادی جاتی ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ پکّے دیندار بن گئے، جس کی وجہ سے نومسلم حضرات تو اپنی زندگی تک کسی طرح مسلمان بنے رہتے ہیں لیکن ان کی نسل ہماری طرح بے شعور مسلمان بن جاتی ہے، سوچئے کہ ایسا کیوں ہے؟ ایسا صرف اس لئے ہے کہ شعور دئے بغیر مسلمانوں کو اسلام پر چلایا جارہا ہے، اگر شعور کے ساتھ ایمان واسلام سکھایا جاتا تو یقینی بات ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔

دینی مدارس کے ذریعہ لوگوں میں دین تو کیا آتا ہے، وہاں دس سال لگانے کے باوجود دینی تعلیم اتنی کمزور ہے کہ بچوں کو عربی زبان میں نہ بولنا آتا ہے اور نہ لکھنا ہی آتا ہے، جبکہ انگریزی اسکول میں پڑھنے والے وہ بچے بھی انگریزی میں فرفر بات کرتے ہیں جن کی مادری زبان انگریزی نہیں ہوتی، دینی مدارس کے ذمہ دار بظاہر دینداری پیدا کرنے کی بات تو کرتے ہیں مگر حقیقت میں ان کے طرزِ عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دین کی محنت واشاعت کا کوئی جذبہ ہی نہیں رکھتے اور نہ بچوں کو اشاعتِ دین کے لئے تیار کرتے ہیں، وہ صرف اور صرف روایتی انداز کی تعلیم جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا بس دیتے چلے جاتے ہیں۔

ان کے اس طریقۂ تعلیم سے روح پیدا ہورہی ہے یا نہیں اس کی ان کو کوئی فکر ہی نہیں، وہ اپنے مدرسہ کی خوب اشاعت اور پروپگنڈہ چاہتے ہیں، اس کے رقبہ کی توسیع چاہتے ہیں اور مدرسہ کی عمارت کو بلند سے بلند کرنا چاہتے ہیں اور مدرسہ کی شاخوں کو خوب پھیلانا چاہتے ہیں، چاہے تعلیم کیسی ہی کیوں نہ ہو، مدرسوں میں جو بچے پڑھتے ہیں ان میں بہت ہی کم کو دین سیکھنے کا شوق ہوتا ہے اور جو استاد پڑھاتے ہیں وہ صرف خانہ پوری کردیتے ہیں، غور کیجئے ایسے مراکز جہاں دینی تعلیم کے عنوان پر کام ہوتا ہو وہاں کی اگر ایسی حالت رہی تو پھر

قوم کا کیا حال ہوگا اور اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ یہ مدارس کے ذمہ دار اور اساتذہ؟

کلماتِ اسلام کی کوئی تشریح ہی نہیں، بس رٹایا جاتا ہے!

مسلمانوں کے بچے عموماً اپنے محلوں کی مسجدوں میں یا مدرسوں میں یا اپنے گھروں میں کسی حافظ یا مولوی صاحب کے ذریعہ دینی تعلیم کے نام پر پانچ کلمے طوطے کی طرح رٹ تو لیتے ہیں مگر ان کو معنی مطلب ہی معلوم نہیں رہتے، بغیر سمجھے وہ طوطے کی طرح کلمے سناتے ہیں، بڑی عمر ہونے کے بعد کسی کو دو کسی کو ایک کلمہ ہی یاد رہ جاتا ہے، جب مسلم معاشرہ کے مختلف مقامات پر سروے کیا گیا تو معلوم ہوا کہ سینکڑوں بچو کو کلمہ طیبہ ہی پڑھنا نہیں آتا اور جس کو آتا ہے وہ اس کے معنی ہی نہیں جانتے۔

لڑکیوں کے دینی مدرسہ کی ایک ۱۲۔۱۳ رسالہ طالبہ جو ناظرہ پڑھ چکی تھی اور اس کا حفظ قرآن شروع ہونے والا تھا اس کو کہا گیا کہ کلمہ طیبہ پڑھو: لڑکی نے اول کلمہ طیبہ کہہ کر تو کلمہ پڑھ لیا مگر جب اس سے کلمہ کے معنی پوچھے گئے تو وہ خاموش کھڑی رہی، اس کو معنی معلوم ہی نہیں تھے، وہ نظام آباد کی لڑکی تھی اور حیدرآباد کے ایک مشہور مدرسہ میں پڑھتی تھی، اکثر بچے اول کلمہ طیب کہہ کر پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اول کلمہ طیب کلمہ کا جز ہے، اس سے کلمہ مکمل ہوتا ہے، انگریزی میڈیم میں پڑھنے والے اکثر بچے کلمہ کے معنی ہی نہیں جانتے یا پھر ذہن پر زور ڈال کر آدھا کلمہ اول اور آدھا کلمہ دوم ملا کر پڑھتے ہیں۔

ایک ۲۳ رسالہ لڑکے سے جو کپڑے کی دُکان میں کام کرتا ہے پوچھا گیا کہ تمہارے پیغمبر کا نام کیا ہے؟ وہ حیران ہوکر پوچھنے لگا: کیا آپ میرے والد کا نام پوچھ رہے ہیں؟

ایک مذہبی محفل میں ایک نوجوان لڑکے نے اسلام قبول کیا، ایک بڑے مولانا نے اس کو کلمہ پڑھایا، محفل کے اختتام پر جب اس سے پوچھا گیا کہ محمد رسول اللہ کس کا نام ہے؟ تو اس نے کہا: خدا کا...... ذرا غور کیجئے کہ بنیادی تعلیم کا کیا حال ہے؟

صورتحال یہ ہے کہ جو لوگ کلمہ کے معنی جانتے ہیں وہ بھی کلمہ کے تقاضوں اور ذمہ داریوں سے واقف نہیں ہیں، اس لئے کہ انہوں نے باپ دادا اور استاد کو جس طرح کلمہ پڑھتے

ہوئے دیکھا اور سنا اسی طرح پڑھتے اور اتنا ہی جانتے ہیں، اس سے آگے انہیں کلمہ کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا، ہمارے لٹریچر میں کسی کلمہ پر نہ کوئی تشریح ہے اور نہ ان کو سمجھایا جاتا ہے، جبکہ کلمہ طیبہ ایک عظیم الشان کلمہ ہے، ایمان کی روح ہے، جس کے ذریعہ ایک انسان کی حالت ناکامی سے کامیابی کی طرف آجاتی ہے، ٹھیلہ بنڈی پر تجارت کرنیوالے، رکشا چلانے والے، آٹو، ٹرک، کار وغیر چلانے والے، محنت مزدوری کرنے والے اور دولتمندوں کی اولاد میں سے اکثر کو کلمہ پڑھنا نہیں آتا، ان سے پیغمبرؐ کا نام پوچھئے تو وہ بتانے سے قاصر ہیں، مسلمانوں کے بچے جو کلمہ پڑھتے ہیں ان میں اکثر اپنے پیغمبر کا نام ہی نہیں معلوم۔

اکثر مسلمانوں کو سُبْحَانَ اللّٰہِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے معنی ہی معلوم نہیں، حالانکہ وہ ثواب کی خاطر پڑھتے ہی رہتے ہیں، میت کو لیجاتے وقت چلّا چلّا کر انتہائی بھونڈے انداز سے پڑھتے ہیں، مگر جب اکثر مسلمانوں سے سُبْحَانَ اللّٰہِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ کی تعریف ہے، تسبیح ہے، اکثر نے کہا ثواب ملتا ہے پڑھنا چاہئے، ان کو یہی نہیں معلوم کہ آخر یہ کلمات بار بار پڑھا کر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کس چیز کا علم اور شعور دینا چاہتا ہے، ان کلمات میں کتنی توحید بھری ہوئی ہے، ان کلمات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کیسے ملتی ہے اور ایک ایمان والا اس کے ذریعہ کس چیز کا اعلان کر رہا ہے، اس کو جاننے سے ایمان ملتا ہے۔

ایک مشہور شاعر جن کی عمر ۷۰ رسال کی ہے، جو نماز کے پابند ہیں، ان سے سوال کیا گیا کہ سبحان اللہ کیوں پڑھنا چاہئے؟ اور کس شعور سے پڑھنا چاہئے؟ اس کے معنی اور مفہوم کیا ہیں؟ تو وہ جھنجھلا کر بولے: ’’بیوقوفی کی باتیں مت کرو! پڑھتے جاؤ، ثواب ملتا جائے گا، اس طرح معنی پوچھ کر گمراہی کی بات مت کرو، یہ سب بے دینی کی حرکتیں ہیں، بس اللہ کی تعریف ہے پڑھتے جاؤ‘‘، ذرا غور کیجئے کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ ۷۰ رسال کی عمر میں بھی بے شعور ہیں۔

ایک محترمہ جو حج کو جا رہی تھیں، ان سے پوچھا گیا کہ سبحان اللہ آپ کس شعور سے پڑھتی ہیں؟ تو وہ بولیں: ’’یہ اللہ کی تعریف ہے، بس پڑھتے رہو، آج کل جماعتیں بہت نکل گئی ہیں، وہ لوگ اسی قسم کے سوالات کرتے ہیں، ان سے دور رہنا چاہئے‘‘۔

اسی طرح بہت سے لوگوں سے پوچھا گیا کہ اللہ اکبر کے معنی کیا ہیں؟ دن میں پانچ مرتبہ ہر اذان میں اللہ اکبر کی تکبیر اور نماز کی ہر رکعت میں اللہ اکبر کا اقرار کروا کر اللہ اپنے بندے کو کس چیز کی تعلیم دے رہا ہے؟ آخر بار بار بندے کے کانوں میں اللہ اکبر کے یہ کلمات کیوں ڈالے جا رہے ہیں؟ اور بار بار زبان سے نماز کی ہر رکعت میں اللہ اکبر کا کیوں اقرار کرایا جا رہا ہے؟...... مسلمانوں کی بڑی تعداد کو اس کے معنی ہی نہیں معلوم اور اکثر نے کہا: ''اللہ ایک ہے''، بعضوں نے کہا ''اللہ کی طرف آؤ'' یہ دراصل اللہ کی طرف بلانے کے لئے کہا جاتا ہے''، غیر مسلم سمجھتے ہیں کہ مسلمان اذان میں اکبر اعظم بادشاہ کا نام لیتے ہیں، کوئی ان کو صحیح معنی بتلانے والا نہیں ہے۔

ایک انگریزی اسکول کے پرنسپل صاحب ماروتی کار میں آئے، مغرب کی نماز ادا کی، ان کی پیشانی پر نماز کا نشان تھا، نماز کے بعد مسجد کے باز و کمرے میں ان کے ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہوا، پوچھا گیا: اللہ اکبر کے کیا معنی ہیں؟ تو پرنسپل صاحب نے کہا میں نماز پیش امام صاحب کو دیکھ کر پڑھنا سیکھا ہوں، اس کی دعائیں، سورتیں، پیش امام صاحب کے ذریعہ یاد کر لیا ہوں، مجھے انہوں نے اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمدللہ وغیرہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا، ہاں انہوں نے مجھے وضو غسل اور طہارت کے کچھ مسائل بتائے ہیں، وہ اگر آپ پوچھیں تو بتلاؤں گا، باقی مجھے ان سب چیزوں کے بارے میں معلومات نہیں ہیں۔

اسی طرح جو لوگ اللہ اکبر کے معنی جانتے ہیں اور جن کی زبان عربی ہے انکے نزدیک اللہ تعالیٰ صرف مسجد کی حد تک اکبر ہے، مسجد سے باہر کہیں پر بھی اللہ کے اکبر ہونے کا ان کی زندگی میں کوئی ثبوت اور علامت دکھائی نہیں دیتی، نہ ان کی سیاست میں اور نہ ان کی معاشرت میں اللہ اکبر کا اظہار ہوتا ہے، وہ بڑی خوش الحانی کے ساتھ مسجد سے اللہ اکبر کی تکبیر کو بلند کرتے ہیں مگر ان کی عدالتوں، ان کی پارلیمنٹ، ان کے بازاروں، ان کے محلوں اور بستیوں غرض نہ ان کی انفرادی زندگی میں اور نہ اجتماعی زندگی میں اللہ اکبر کا اظہار ہوتا ہے، اسی طرح مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد سے جب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ: ہمیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اللہ ہے؟ تو وہ بڑے پریشان ہوجاتے ہیں، وہ قطعی کوئی دلیل دے کر سمجھا نہیں سکتے،

یہی سوال خاص طور پر بعض علماء کرام سے بھی کیا گیا، مثلاً ایک مولانا شمالی ہند کے مشہور مدرسہ سے فارغ تھے، آج کل وہ امریکہ میں ہیں، ان سے پوچھا گیا: مولانا اکثر غیر مسلم دہریئے قسم کے ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ خدا God کوئی ہستی نہیں، یہ صرف ایک دقیانوسی خیال ہے، وہ کہتے ہیں: کیا واقعی خدا ہے؟ اگر ہے تو وہ نظر کیوں نہیں آتا، ہمیں کیسے معلوم کہ اللہ ہے؟ مولانا نے کہا کہ آپ ہمیشہ مشکل مشکل سوالات لاتے ہیں، ہم تو نزلہ، زکام اور بخار کی دوا دینے والے ہیں، مہربانی فرما کر اتنے بڑے بڑے سوالات مت کیا کرو، بغیر سمجھے بس اللہ کو مان لو، بغیر دلیل کے بس اللہ پر ایمان لاؤ، ٹھیک ہے ہم بغیر دلیل کے اللہ کو مانیں گے اور ایمان لائیں گے لیکن شیطان ہمارے دل میں وسوسہ ڈال دے کہ واقعی اللہ ہے یا نہیں؟ یا کوئی غیر مسلم ہم سے پوچھ لے تو ہم کیا جواب دیں گے؟ اگر ایک بچہ کو زبردستی آپ یہ رٹا دیں کہ کہو' 'اللہ ایک ہے'' تو وہ رٹ لے گا اور تقلیدی طور پر سب کے ساتھ ''اللہ ہے'' کہے گا، اگر اس کے ذہن میں یقین کی کیفیت نہ ہو تو وہ ہمیشہ شک میں مبتلا رہے گا اور اسی بے یقینی کی کیفیت میں وہ زندگی کے معاملات میں نہ اللہ کو پکارے گا، نہ اللہ کی مدد مانگنا ضروری سمجھے گا اور نہ اس کی عبادت کے لئے تڑپے گا، وہ اللہ سے ہمیشہ غافل ہی غافل رہے گا، صرف اپنے باپ دادا کی نقل میں کچھ رسمی طور پر عبادت بجالائے گا اور کبھی اسلام کی طرف رغبت کرے گا اور کبھی نہیں کرے گا، اور اگر اس کی عقل کے مطابق دلائل دے کر اس کو سمجھا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہے تو وہ شعور کے ساتھ مانے گا اور مضبوطی سے مانے گا اور وسوسوں کا مقابلہ کرے گا اور جب یقین کی کیفیت بڑھے گی تو وہ اپنی ہر ضرورت میں اللہ کو پکارے گا اور اس کی اطاعت وعبادت کے لئے تڑپے گا اور اسلام سے چمٹا رہے گا، اس کے دل میں اللہ سے محبت، ادب واحترام اور ڈر خوف ہر روز بڑھتا ہی جائے گا، چونکہ موجودہ زمانہ میں اکثر مسلمانوں کے پاس شعوری ایمان نہیں ہے اور ان کا ایمان کمزور ہے اس وجہ سے وہ نہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور نہ اس کے پاس جواب دینے کا احساس رکھتے ہیں اور نہ اس کو پکارتے ہیں۔

اسی طرح کئی مسلمانوں اور علماء کرام سے جب یہ سوال کیا گیا کہ ہمیں کیسے معلوم کہ اللہ ایک ہے؟ آخر کونسی دلیلوں سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک

نہیں؟ اس سوال پر بھی مسلمان بہت پریشان ہوجاتے ہیں اور بغلیں جھانکنے لگتے ہیں، چونکہ تقلیدی طور پر اللہ کو اکیلا اور واحد مانتے ہیں، اسی وجہ سے کلمہ پڑھ کر شرک کرتے ہیں، اگر ایمان والے کو یقین ہوجائے کہ اس جیسا کوئی نہیں، اس کے کمالات کسی میں نہیں اور وہ ہر قسم کے نقص سے پاک ہے، تو وہ شرک سے دور رہے گا اور مخلوقات کو ناقص اور محتاج مانے گا۔

اسی طرح جب مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ بالکل صفر نظر آتے ہیں، نہ ان کو کسی صفتی نام کے معنی معلوم ہوتے ہیں اور نہ کسی صفت کی تفصیل سے آگاہ ہوتے ہیں اور نہ وہ کسی صفت کو بیان کرکے اللہ کا کچھ تعارف ہی کرواسکتے ہیں، مثلاً ایک دیندار نمازی پرہیزگار، داڑھی والے مسلمان سے جن کی عمر ۵۸/سال تھی پوچھا گیا کہ خالق کسے کہتے ہیں؟ تو وہ بولے یہ اللہ کا نام ہے، معنی پوچھے گئے تو بتانے سے قاصر تھے، پھر ان سے پوچھا گیا رب کسے کہتے ہیں؟ تو وہ بولے یہ اللہ کا نام ہے معنی ان کو معلوم نہ تھے، اسی طرح بہت سے مسلمان جن کو کلمہ طیبہ کے معنی معلوم ہیں پوچھا گیا کہ معبود کسے کہتے ہیں؟ تو ان کو اس کے معنی ہی معلوم نہیں تھے، صرف طوطے کی طرح کلمہ کے معنی رٹے ہوئے تھے، علماء کرام تقاریر میں کہتے ہیں کہ اللہ کے ۹۹/صفاتی نام ہیں، مگر ان ناموں کی کوئی تفصیل نہیں سمجھائی جاتی اور نہ کائنات سے ان صفات کا تعلق سمجھایا جاتا ہے، حالانکہ انسان اللہ کا تعارف تو انہی ناموں سے حاصل کرے گا اور ان ناموں کے ذریعہ ہی اس کو صحیح پہچان سکتا ہے، مگر ان کی کوئی تشریح و تفصیل بیان نہیں کی جاتی، تو ذرا غور کیجئے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے کیسے واقف ہوگا؟ اللہ کی بزرگی، بڑائی اور کمالات اور خوبیوں کو کیسے جانے گا؟ جب اس کے سامنے اللہ کا صحیح تعارف ہی نہ کرایا جائے تو وہ کیسے اللہ سے واقف ہوگا؟ آخر قرآن پر ایمان رکھنے والی قوم، قرآن پڑھنے والی قوم اللہ کے ایک ہونے کی دلیل نہ دے سکے اور نہ اس کا صحیح تعارف کرواسکے اور خود اپنے عمل سے اس کے ساتھ غلط تعلق قائم کرے تو پھر ہماری حالت پر واقعی ہمیں غور کرنا چاہیے، قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس پر ایمان رکھنے والا تو بہت طاقتور طریقہ سے اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے، اگر ڈاکٹر صاحب ہی کو علم نہ ہوگا تو وہ مریضوں کا علاج کیسے کریں گے؟ یہی وجہ ہے کہ مسلمان دعوت الی اللہ کے کام میں زیادہ تر ڈھانچے ''اسٹرکچر''

پر ہی بحثیں کرتے ہیں، بہت کم اللہ کا تعارف کروا کر دعوت دیتے ہیں، مسلمان اللہ تعالیٰ کے ایک اور اکیلا ہونے کو تقلیدی طور پر مانتے ہیں، شعوری طور پر مان لیں تو کبھی شرک نہ کریں گے، ان کو اللہ تعالیٰ کے اکیلے اور واحد ہونے کی چونکہ دلیلیں معلوم نہیں ہیں اس لئے ان کا یقین بھی کمزور ہے اور وہ بے عملی کی زندگی گذار رہے ہیں۔

قرآن مجید کا 75% حصہ اللہ تعالیٰ کے تعارف، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرۃ پر ہی بحث کرتا ہے مگر ہمارے معاشرہ میں قرآن کے وہ مقامات جو ایمانیات سے بحث کرتے ہیں ان کو چھوڑ کر یا ان پر زیادہ روشنی ڈالے بغیر زیادہ تر مسائل پر بات ہوتی ہے اور صرف احکام و مسائل کو ہی سمجھایا جاتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کا صحیح اور جامع تعارف کرایا جائے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی تشریح کر کے ان کے معنی و مطلب سمجھائے جائیں تو انسانوں کو معلوم ہوگا کہ اس جیسا کوئی نہیں، اس کا شریک کوئی نہیں، وہ بے مثل اور اکیلا ہی اکیلا ہے، مگر افسوس ہے کہ ایمانیات کی تعلیم کم ہے اور اسٹرکچر کی تعلیم زیادہ ہے، یوں کہئے کہ پورا زور اسٹرکچر پر ہی لگایا جاتا ہے، قلب کے ایک مشہور ڈاکٹر صاحب نے درس قرآن کے حلقے میں بیٹھ کر ایک مولانا صاحب سے سوال کیا کہ مولانا جب ہم قرآن پڑھتے ہیں تو قرآن کی تقریر کا انداز الگ ہوتا ہے اور جب آپ کی تقریر ہوتی ہے تو اس کا انداز الگ ہوتا ہے، مولانا نے چونک کر پوچھا وہ کیسے؟ تو ڈاکٹر صاحب نے کہا قرآن ہمیشہ آفاق اور انفس میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے، مثلاً پانی کے برسنے، زمین پر نباتات کے اُگنے اور طرح طرح کے غلّے اور اناج کے اُگنے، میوؤں کے نکلنے اور پہاڑوں اور سمندروں کی خوبصورتی، پرندوں کے ہواؤں میں اُڑنے، سمندروں میں جہازوں کے چلنے اور جانوروں سے فائدہ اٹھانے پر غور و فکر کرا کر اطاعت و فرمانبرداری کی انسانوں کو دعوت دیتا ہے، اور آپ حضرات کی تقاریر ان تمام چیزوں سے خالی ہوتی ہے، آپ حضرات آفاق و انفس میں غور و فکر کی دعوت دئے بغیر ہمیشہ نماز، روزہ، پردہ اختیار کرنے اور شراب، جوّا، زنا، گانا بجانا، بے حیائی و بے شرمی سے دور رہنے کی پھر جھنڈا، کونڈا، درگاہ، منت و مراد کو شرک بتلا کر تقاریر کرتے ہیں، آپ حضرات کی تقاریر صرف اور صرف اسٹرکچر پر ہی ہوتی ہے، یا اللہ تعالیٰ کا تعارف کرائے

بغیر فلاں شرک، فلاں بدعت، فلاں حرام، فلاں حلال وغیرہ پر ہی بات ہوتی ہے، ان میں آفاق وانفس کا تذکرہ ہی نہیں ہوتا ہے، آخر قرآن مجید کے انداز میں اور آپ حضرات کی تقاریر میں اتنا بڑا فرق کیوں ہے؟ غور کیجئے کہ واقعی اس سوال کرنے والے نے کتنا عظیم سوال کیا ہے، ایک ایمان کی پیاس رکھنے والے کے پاس اسی طرح کے سوالات ہوتے ہیں۔

اس طرح موجودہ زمانہ کی دینی تعلیم کے طریقۂ کار پر مزید غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ دینی تعلیم کے نام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا، خاندان، والد والدہ، ازواج اور اولاد کے نام یاد دلائے جاتے ہیں، بیشک ان باتوں کی تعلیم ضروری ہے مگر اس سے پہلے ایمان بالرسالت کیا چیز ہے سمجھانی چاہئے، اس کی تفصیل بتانی چاہئے کہ آخر انسان کو پیغمبر کی ضرورت کیوں ہے؟ جب مسلمانوں سے یہ سوال کیا جاتا ہے تو وہ کچھ بھی نہیں بتلا سکتے، اسی طرح ان سے جب یہ پوچھا گیا کہ اللہ اور بندے کے درمیان پیغمبر کیوں ہوتا ہے؟ دنیا کی ہر قوم اور ہر علاقے میں پیغمبر کیا دعوت لیکر آئے تھے؟ ان کی تعلیمات کیا تھیں؟ ان سب پر ایمان کیوں لانا چاہئے؟ اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع کیوں کی جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کیوں ختم ہوگئی؟ اور ختمِ نبوت کا مقصد کیا ہے؟ تمام پیغمبروں میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا جائے تو کیا نقصان ہے؟ غرض یہ کہ نبوت کی ضرورت اور اہمیت پر تفصیل سے سمجھایا جائے، اسی طرح مسلمانوں سے اپیل کی جاتی ہے اور ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ قرآن پڑھیں، اس کے بغیر نجات نہیں، بیشک صحیح بات ہے، مگر اس سے پہلے انسانوں کو یہ بات سمجھائی جائے کہ وحی کسے کہتے ہیں؟ تمام مخلوقات کو علم دینے کا طریقۂ کار کیا ہے؟ انسانوں اور جنوں کو علم دینے کا طریقۂ کار کیا ہے؟ انسان وحی کا محتاج کیوں ہے؟ دنیا کے علم میں اور وحی میں کیا فرق ہے؟ وحی سے انسان کو کونسا علم ملتا ہے؟ وحی پر ایمان لانے سے کیا ہوگا اور وحی کا انکار کرنے سے دنیا وآخرت میں کیا حشر ہوگا؟ سوائے قرآن مجید کے پچھلی تمام کتابوں پر اب عمل کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان کیوں لانا چاہئے؟ قرآن مجید کے بعد وحی کا سلسلہ بند کیوں ہوگیا؟ سچی آسمانی کتاب کی پہچان کیا ہے؟ غرض یہ کہ وحی پر تفصیل سے سمجھایا جائے، عقیدۂ تقدیر کیا ہے؟ اس پر ایمان لانے سے انسان کو کیا فائدہ ہے؟ تقدیر کا انکار کرنے سے انسان کو کیا

نقصانات ہیں؟ عقیدۂ آخرت کیا ہے؟ اس پر ایمان لانا لازمی کیوں ہے؟ اس پر ایمان لانے سے انسان کی دنیوی زندگی پر کیا اثرات پڑتے ہیں؟ اسلام کے اور دوسرے مذاہب کے عقیدۂ آخرت میں کیا فرق ہے؟ جنت اور دوزخ کی کیا حقیقت ہے؟ ان کی دنیا میں کیا کیا مثالیں ہے؟ انسان دنیا میں رہ کر جنت دوزخ کا مشاہدہ کیسے کرسکتا ہے؟

اسی طرح ایمانیات میں یہ تعلیم بھی دی جائے کہ کائنات کس کی ہے؟ اور اس کی کیا کیا صفات ہیں؟ اس کا مخلوقات سے کیا تعلق ہے؟ یہ تمام مخلوقات کس کے لئے بنائی گئی ہیں؟ ان تمام مخلوقات میں انسان کا مقام و مرتبہ کیا ہے اور کیوں ہے؟ خالق اور مخلوق کی صفات میں فرق کیا ہے؟ کیا کوئی مخلوق ترقی کرکے خالق میں ضم ہوسکتی ہے؟ دنیا انسانوں کے لئے کیا ہے؟ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ شرک، کفر، ایمان، اسلام، فاسق و فاجر اور منافق کی تفصیل کیا ہے؟ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی حکمتیں اور مصلحتیں کیا کیا ہیں؟

الحمدللہ ان تمام سوالات پر تفصیل سے بچوں کی عقل وفہم کے مطابق مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی شیخ الحدیث سبیل السلام صلالہ بارکس حیدرآباد آندھرا پردیش نے تعلیم الایمان کے نام سے کتاب جو کئی حصوں پر مشتمل ہے شائع کی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے بھی مولانا ہی کی سرپرستی میں کوشش کر کے کچھ کتابیں ان ہی سوالات کے جوابات سمجھ کر شائع کی ہیں، تاکہ بچوں میں بچپن ہی سے شعوری ایمان پیدا ہوجائے جو عوام الناس میں الحمدللہ کافی مقبول اور عام ہوتی جارہی ہیں، انہیں آپ اپنے بچوں کو پڑھائیں گے اور سمجھائیں گے تو انشاء اللہ آپ کا بچہ مضبوط اور پختہ ایمان والا بچپن ہی سے بن جائے گا، اس پر انشاءاللہ تعالیٰ کفر اور شرک کے جراثیم حملہ آور نہ ہوسکیں گے، اس کو قرآن مجید کا فہم بچپن ہی سے ملے گا اور وہ قرآن مجید کے بڑے بڑے مضامین کو آسان اور عام فہم انداز میں اپنی عقل کے مطابق سمجھ سکے گا۔

اس کو اسلام اور غیر اسلام کا فرق آسانی سے سمجھ میں آسکے گا اور اس پر مغربی تہذیب اور کلچر کا اثر انشاء اللہ ہرگز نہیں پڑے گا، ہر مسلمان کو الحمدللہ سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہے اور وہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے بھی ہیں مگر جب ان سے سورۂ فاتحہ کے بارے میں پوچھا گیا تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ بغیر معنی ومطلب جانے بس پڑھ لیتے ہیں اور مسجد سے باہر آکر سورۂ فاتحہ

کے تقاضوں کے خلاف زندگی گذارتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کی اکثریت کو کم سے کم دس سورتیں سورۂ فیل سے سورۂ ناس تک یاد ہوتی ہیں اور وہ نمازوں میں اکثر پڑھتے ہی رہتے ہیں مگر ان کے بھی معنی، مطلب اور مفہوم سے واقف نہیں ہوتے، آخر ذرا سوچئے کہ مسلمانوں میں ایمان کیسے پیدا ہوگا؟

اسی طرح بہت سے مسلمانوں سے جب یہ سوال کیا گیا کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے، اللہ نے ہم کو دنیا میں کیوں بھیجا ہے؟ دنیا دار تو دنیا دار دیندار لوگوں کو تک دنیا میں آنے کا مقصد ہی معلوم نہیں ہے، وہ مقصد جانے بغیر زندگی گذار رہے ہیں، غور کیجئے کہ جن لوگوں کو زندگی کا مقصد ہی معلوم نہ ہو تو وہ کیسے مقصد کے مطابق زندگی گذاریں گے؟ کیسے سیدھی راہ پر آئیں گے؟ وہ ناک کی سیدھ میں مسجد جا کر نماز ادا کر لیتے ہیں اور صرف نماز پڑھنے ہی کو دین سمجھتے ہیں، زندگی کے دوسرے تمام شعبوں میں وہ اسلام پر باقی نہیں رہتے، ایسے انسان کب اور کیسے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں گے، ان کو اسلام پر پورا پورا عمل کرنے کے لئے زندگی کا مقصد سمجھانا ہوگا۔

ایک دینی مدرسہ میں ۲۸/واں پارہ حفظ کرنے والے لڑکے سے سوال کیا گیا کہ بتاؤ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اور کلمہ طیبہ کے معنی کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ابھی ہم کو وہاں تک نہیں پڑھایا گیا، ایک ٹٹوریل کالج کی لڑکیوں سے سوال کیا گیا تو وہ بولیں دین و اسلام کو زمین پر قائم کرنے کے لئے اللہ نے ہم کو دنیا میں بھیجا ہے۔

بعضوں نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا اور آپ کے عشق کو اپنے دل میں اُتارنا زندگی کا مقصد ہے اور جب ان سے پوچھا گیا کہ عبادت کسے کہتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں نماز، روزہ؟ زکوٰۃ اور حج، ان کے نزدیک عبادت کا بس اتنا ہی تصور ہوتا ہے، مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں مگر ان کو سلام کے معنی ہی نہیں معلوم ہیں۔

کچھ مسلمانوں میں دعوت الی اللہ کا شعور جاگا ہے

کچھ مسلمانوں میں دعوت الی اللہ کا شعور جاگا ہے، وہ دوسرے مسلمانوں کو داعی بننے کی دعوت دیتے ہیں، داعی حضرات بھی دعوت الی اللہ کا کام اسی وقت کر سکیں گے جب ان

کے پاس شعوری ایمان پیدا ہو جائے، ورنہ تقلیدی ایمان والے تائید ضرور کریں گے اور دعوت کو پسند کریں گے مگر دعوت کا کام ہرگز نہیں کریں گے، ان کو یہ کام سمجھنے میں بے حد مشکل پیش آئے گی، جو لوگ دعوتی ذہن رکھتے ہیں ان پر غیروں کو دعوت دینے ہی کی فکر زیادہ سوار ہوگئی ہے، اپنوں کو بھول بیٹھے ہیں، حالانکہ اپنوں اور غیروں دونوں کی ہونی چاہئے (یہ اعتدال ہے) اپنوں پر ایمانیات کے راستے سے محنت کی جائے تو انشاءاللہ بہت جلد اور آسانی سے فائدہ ہوگا اور وہ بھی اسلام کے شیدائی بن جائیں گے۔

خدا کے واسطے اپنے بھائیوں کو بھی گھاٹے اور خسارے سے بچائیے اور افراط وتفریط بچیئے، یہ تمام بحث کا خلاصہ کوئی تنقید یا کیچڑ اُچھالنا نہیں ہے بلکہ بے شعور حضرات کو شعور مند بنانا ہے، اس تحریر کو پڑھ کر وہی لوگ خفا ہوں گے جو وسعت نظری نہ رکھتے ہوں، جو عقل وفہم کی کمی رکھتے ہوں، ہمیں امید ہے کہ دین کی سمجھ اور فہم رکھنے والے حضرات اس تحریر کو پسند فرمائیں گے اور فائدہ اٹھائیں گے اور اپنی محنتوں میں جن جن چیزوں کی کمی رہ گئی ہے جو چیزیں چھوٹ رہی ہیں اس کو اختیار کرلیں گے، مدارس کی تعلیم میں صرف انہی مدارس کی طرف اشارہ ہے جو اخلاص اور للّٰہیت سے خالی ہیں اور اپنی دُکانیں چلا رہے ہیں، اس کے علاوہ سچے اور دین کا درد رکھنے والے علمائے دین اور رات دن امّت کی سدھار کے لئے تڑپنے والے علماء دین اس مضمون کو انشاءاللہ پسند فرمائیں گے اور صحیح مشورے پر خوش ہوں گے اور دعائیں دیں گے اور ان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات یاد رہے گی کہ ''ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے ان کے ماں باپ ان کو یا تو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں'' (مفہومِ حدیث)، چنانچہ ان کو یہ بات بھی معلوم رہتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے استاد کو بھی ماں باپ بتلایا ہے۔

خلاصۂ کتاب

مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد شعوری ایمان سے خالی ہے، موجودہ زمانہ کی دینی تعلیم کا سب سے بڑا اور بنیادی نقص یہ ہے کہ بچوں کو بنیادی دینی تعلیم انتہائی ناقص انداز میں دی

جارہی ہے جس کی وجہ سے بچوں میں کچھ بھی دینی شعور پیدا نہیں ہو پا رہا ہے اور مسلمانوں کو درست کرنے کے لئے جتنی محنتیں کی جارہی ہیں اس سے اصلاح کم اور بگاڑ بڑھتا ہی جارہا ہے، یوں سمجھئے کہ اصلاح کرنے کے لئے ایک ہزار پاؤنڈ کی قوت لگائی جارہی ہے تو فائدہ صرف سو پاؤنڈ کا ہورہا ہے، نوسو پاؤنڈ ضائع ہورہے ہیں، مسلمانوں کی نئی نسل کا معیار ہر ملک اور ہر شہر میں دن بہ دن گرتا جارہا ہے، دین کے عنوان سے محنتیں تو بہت ہورہی ہیں، سینکڑوں مدارس کام کررہے ہیں، کثیر تعداد میں اجتماعات ہورہے ہیں، کافی لٹریچر شائع ہورہا ہے، حج وعمرہ کے لئے شائد کبھی اتنی بڑی تعداد دنیا بھر سے جمع نہیں ہوتی تھی، مگر پھر بھی اصلاح کم اور بگاڑ ہی زیادہ نظر آرہا ہے، افسوس تو یہ ہے کہ قوم کی حالت تین چار صدی سے مسلسل دن بہ دن گرتی جارہی ہے، پھر بھی کسی کا ادھر دھیان نہیں، نقص اور روایتی انداز کے ساتھ ہی دینی تعلیم دی جارہی ہے، تعلیم کے طریقۂ کار میں بنیادی طور پر کوئی تبدیلی کرنا بھی نہیں چاہتا، حالانکہ جسمانی طور پر بیمار انسان کو شفا نہ ہو تو ڈاکٹر نسخہ بدل بدل کردیتا ہے یا پھر پورے جسم کا معائنہ کرکے بیماری کے پیدا ہونے کی وجوہات معلوم کرکے علاج کرتا ہے، مگر ہمارے مدرسوں کے ذمہ دار یہ سمجھتے ہیں کہ بچے کو بچپن میں شعور دئے بغیر قصے، کہانیاں، دعائیں، کچھ سورتیں، وضو، غسل، نماز، طہارت کے اور دیگر مسائل رٹا دئے جائیں، اس کے سواء ٹھوس باتیں نہیں سمجھائی جاسکتی ہیں، دو چار صدی پہلے جو نصاب تیار کیا گیا تھا اسی کو آج بھی پڑھانا ضروری سمجھا جاتا ہے، جبکہ ہمارے بچے دنیوی تعلیم کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم حاصل کررہے ہیں، غرض یہ کہ شعور دئے بغیر دینی تعلیم کے نام پر ناظرہ، حفظ اور مسائل کی تعلیم دی جاتی ہے اور ہر چھوٹا اپنے پیشرو کی نقل کرتا ہوا اسی کے طریقہ سے تعلیم دے رہا ہے اور اب اسی طرح کی بنیادی طرزِ تعلیم کو امریکہ، برطانیہ، فرانس اور آسٹریلیا ویورپ وغیرہ میں رہنے والے مسلمانوں کے درمیاب بھی رواج دیا جارہا ہے، کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی ہے کہ قرآن علوم کے دو حصے ہیں، ایک تعلیم الایمان، دوسرا تعلیم الاسلام، یوں سمجھئے کہ ایک حصہ اول ہے اور دوسرا حصہ دوم، یا اس کو اس طرح سمجھئے کہ اسلام کی ایک ہے روح یعنی بنیاد اور دوسرا ہے اس کا ظاہری ڈھانچہ جسم یعنی اسٹرکچر، روح سے مراد ایمان اور

ڈھانچہ (اسٹرکچر) سے مراد نظام شریعت ہے، اس کی روح (ایمان) سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت (پہچان) نصیب ہوتی ہے اور اسی پہچان کی وجہ سے وہ اپنے مالک سے ادب واحترام، محبت و تعظیم اور ڈر خوف کرنے لگتا ہے اور اس میں اطاعت وبندگی کا جذبہ پیدا ہو کر اس کے ہر حکم کے سامنے جھک جانے اور اس کی راہ میں مجاہدے کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، مگر موجودہ زمانہ میں بنیاد ڈالے بغیر عمارت تعمیر کی جارہی ہے اور روح (ایمان) پیدا کئے بغیر (اسٹرکچر) اطاعت وفرمانبرداری کی تعلیم دی جارہی ہے اور ساری محنت مسائل کے سیکھنے سمجھنے پر لگائی جارہی ہے، خوب اچھی طرح یاد رکھئے کہ مسائل سیکھنے سے کبھی ایمان پیدا نہیں ہوتا۔

ایمان (روح) کو پیدا کرنے کے لئے باقاعدہ ایمانیات سمجھائی جائے، چنانچہ اسی خرابی کا نتیجہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کلمہ پڑھ کر بھی توحید اور شرک میں فرق نہیں رکھتی اور اپنے آپ کو موحّد سمجھتے ہیں، اسٹرکچر (مسائل) کی تعلیم کا تعلق حصہ دوم سے ہے، انسان کو ظاہری ڈھانچے پر زور دینے سے زیادہ اس کے اندر روح (ایمان) پیدا کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّی زندگی کے ۱۳؍سال میں پہلے ایمان ہی کی محنت زیادہ کی، پھر مدنی زندگی میں اسلام (شریعت پر عمل کرنے) کا سختی سے مطالبہ کیا گیا، ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے، وہ اگر صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے، وہ اگر بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، وہ انسان کا دل ہے۔ چنانچہ اس حدیث سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ دل پورے جسم کا بادشاہ ہے اور تمام جسم کے اعضاء اس کی رعایا، چنانچہ دل میں جو ہوگا اعضاء سے وہی ظاہر ہوگا، اس لئے پہلے دل میں ایمان پیدا کیا جائے تو پھر تمام جسم سے اسلام ظاہر ہوگا، ایسا نہیں ہوتا کہ دل میں ایمان ہو اور جسم کے اعضاء وجوارح سے غیرِ اسلام ظاہر ہو اور ایسا ہو بھی جائے تو انسان فوراً توبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے، اسی طرح بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا (مفہوم) قرآن میں پہلے جو کلام اترا اس میں توحید، رسالت اور آخرت، جنت وجہنم کا ذکر تھا، یعنی ایمانیات، یہاں تک کہ جب لوگوں کے دل اسلام پر مطمئن ہو گئے تو اس کے بعد حلال وحرام کی آیتیں اتریں، اس کے بعد بی بی صاحبہ کہتی ہیں اگر پہلے ہی یہ

نازل ہوتا ہے کہ تم لوگ شراب نہ پیو، زِنا اور چوری نہ کرو تو ضرور لوگ یہ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہیں چھوڑیں گے، ہم کبھی زنا نہیں چھوڑیں گے اور ہم کبھی چوری نہیں چھوڑیں گے (بخاری)، اس روایت سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ اعمال کو اختیار کرنے کے لئے قلب کا تیار ہونا ضروری ہے اور قلب ایمان ہی کے ذریعہ تیار ہوتا ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب ایمان (روح) پیدا اور توانا ہوگا تو انسان زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے گا، اس لئے روحانیت اصل ہے، جسمانیت اس کے تابع ہے، قرآن میں بھی ہر جگہ پہلے ایمان کی دعوت ہے پھر اعمالِ صالحہ کا مطالبہ اور مسلمانوں سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا۔ اے ایمان والو! ایمان لاؤ''، ساری دنیا میں یہ غلطی کی جارہی ہے کہ وہ مسلمان بچہ جو مسلم ماحول میں پیدا ہوتا ہے اس کو شعوری ایمان کا حامل سمجھ کر بچپن ہی سے اعمال کی تعلیم دی جارہی ہے اور جو لوگ اسلام میں داخل ہوتے ہیں ان کو عبادات کی مشق کروا کر اسلام پر چلایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ان کی نسل میں وہ کیفیت ہی نہیں رہتی اور وہ بھی عام مسلمانوں کی طرح بنے رہتے ہیں یا پھر اسلام میں داخل ہونے والوں کو عبادات کی نورانیت کا کچھ اثر اور مزہ لگتا ہے تو وہ بہرحال اسلام پر رہتے ہیں مگر وہ بھی شعوری ایمان سے خالی نظر آتے ہیں، اس طرح تعلیم الایمان (روح) کو چھوڑ کر تعلیم (ظاہری ڈھانچہ شریعت) مسائل کا حصہ پڑھایا جارہا ہے، یعنی حصہ اول کو چھوڑ کر حصہ دوم پڑھایا جارہا ہے، حالانکہ ایمان (روح) کے بغیر عمل پیدا ہی نہیں ہوتا، عمل کے نکلنے کا سرچشمہ اور جڑ ایمان ہے، بنیاد ڈالے بغیر عمارت تعمیر کی جارہی ہے، ایمان سمجھائے بغیر عمل پیدا کرنے کی محنت کی جارہی ہے، عمل کیا ہے دراصل ایمان کا عکس اور سایہ ہے، عمل ایمان کا پروڈکشن ہے، برف ہے اس میں ٹھنڈک نہیں، آگ ہے اس میں گرمی نہیں، تو وہ برف برف نہیں اور آگ آگ نہیں بلکہ وہ تصویر ہے، اگر کسی درخت کو پھل، پھول، ڈالیاں اور پتے نہیں تو سمجھ لیجئے کہ وہ بغیر جڑوں کا تنا ہے اس کو جڑیں ہی نہیں، جڑیں آجائیں تو پتے، ڈالیاں، پھل پھول خود بخود نکلتے ہیں، اسی طرح ایمان آجائے تو انسان عمل کی طرف راغب ہوتا ہے اور اگر عمل نہیں تو گویا وہ ایمان سے خالی ہے یا کمزور ہے، جیسا ایمان ہوگا ویسا

ہی عمل نکلے گا، کمزور ایمان پر کمزور عمل اور طاقتور ایمان پر طاقتور عمل نکلے گا، مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد صرف جسم کے نام ہی سے مسلمان بنی ہوئی ہے اور وہ مسلمان ہوتے ہوئے اسلام کو پسند نہیں کرتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال سے دور بھاگتی ہے، اس کی اصل وجہ موجودہ دینی تعلیم کا نقص ہے، دل میں ایمان (روح) کی جڑیں مضبوط ہی نہیں ہورہی ہیں، ایک انسان اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان (معرفت) ہی نہیں رکھتا، اس پر زیادہ محنت نماز پڑھنے، روزے رکھنے، چوری نہ کرنے، گالی نہ دینے، جھوٹ نہ بولنے پر کی جاتی ہے، جبکہ نماز کو چھوڑ کر باقی تمام اخلاقی تعلیم دوسری قوموں میں بھی دی جاتی ہے، مگر ان کے پاس بنیاد کی تعلیم صحیح نہ ہونے کی وجہ سے وہ برائے نام ان اعمال کو اختیار کرتے ہیں، چنانچہ اعمال صالحہ پر عمل کرنے کے لئے ایمان کی قوت اور طاقت چاہئے، وہ صرف اسلام میں موجودہ ہے، مگر ہم بھی ایمان کی تعلیم چھوڑ کر اعمال کی زیادہ محنت کرتے رہتے ہیں اور اعمال ہی کی تعلیم دیتے ہیں، یوں سمجھئے کہ آج سے پندرہ سو سال پہلے ایک مدرسہ قائم ہوا تھا جس میں ہر نسل اور ہر قوم کو پہلی جماعت سے پڑھایا جاتا تھا، مگر بعد کے زمانوں میں ہر وہ بچہ جو مسلم ماحول میں پیدا ہوتا ہے اس کو پہلی جماعت کے بجائے چوتھی جماعت سے پڑھایا جارہا ہے اور ایمانیات کی تعلیم سرسری دی جارہی ہے، بس یوں سمجھئے کہ ایمانیات سمجھائے بغیر یوں ہی زبردستی نماز، روزہ، وضو، غسل اور طہارت کے مسائل رٹا دئے جاتے ہیں، <u>موجودہ زمانہ کا تمام ترلٹریچر بھی اسٹرکچر (اعمال اور مسائل) پر ہی گفتگو کرتا ہے اور زیادہ ترلٹریچر بنیاد یعنی (روح) ایمانیات سے خالی ہے اور جمعہ کے تمام تقاریر اور وعظ و نصیحت بھی اعمال اور مسائل پر ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفات، اس کی بڑائی، کبریائی، اس کی قدرت و کمالات، احسانات و انعامات پر نہیں اور نہ آفاق و انفس پر غور و فکر کرایا جاتا ہے، اسی طرح ایمان بالرسالت، ایمان بالکتب اور ایمان بالآخرت پر بہت کم تقاریر سننے کو ملتی ہیں۔</u>

جبکہ قرآن مجید کا %75 حصہ ایمانیات پر بات کرتا ہے، مگر قرآن مجید کو صرف مسائل کی کتاب بنا کر رکھ دیا گیا ہے، اگر ایمان (روح) کو پیدا نہ کیا گیا تو خطرہ ہے کہ انسان قدم قدم پر اسلام کے خلاف چلے گا اور مسلمان ہوتے ہوئے اسلام کو پسند نہیں کرے گا یا پھر اگر اس

کو شریعت کے کچھ حصے کا پابند بنایا جائے تو وہ عادتاً بے شعوری کے ساتھ اس کا پابند تو ہو جائے گا لیکن دوسرے حصوں کی پابندی اس پر شاق گذرے گی، چنانچہ اسی کمزور بنیادی تعلیم ہی کی وجہ سے ہزاروں مسلمان نماز کو فرض جاننے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے، بے پردگی، رشوت، گھوڑے جوڑے کی رقم اور گانے بجانے کو حرام اور گناہ جانتے ہوئے نہیں چھوڑ رہے ہیں، نئی نسلوں میں ہزاروں بچے مسلمانوں کی اولاد ہونے کے باوجود اسلام ہی کے خلاف شکوک و شبہات ذہن و دماغ میں لئے پھر رہے ہیں، ایک بچہ قرآن مجید حفظ کرنے اور سات آٹھ سال تک مذہبی ماحول میں زندگی گذارنے کے باوجود حقیقی مسلمان نہیں بن رہا ہے، چنانچہ آج کے معاشرہ میں اکثر مسلمانوں میں کثرت سے ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی، حرام کاری، بے ایمانی، وعدہ خلافی، دھوکہ دہی، بے پردگی، بے حیائی، آوارگی اسی کمزور ایمان کی علامت ہے، اسی کمزور ایمان کی وجہ سے برسوں سے مسلمان ہر سال روزہ رکھنے کے باوجود ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو رہی ہے، حالانکہ مسلمانوں کی کثیر تعداد کو شریعت کے بہت سارے بڑے بڑے احکام معلوم ہیں اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کونسی چیز حرام ہے اور کونسی چیز حلال؟ مگر اس پر عمل نہیں کرتے، گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے اس کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اسلام کو صرف قانونی، فقہی اور تقلیدی ایمان مطلوب نہیں بلکہ حقیقی اور شعوری ایمان چاہئے، قانونی اور تقلیدی ایمان سے کوئی عمل پیدا نہیں ہوتا، قانونی و تقلیدی ایمان سے انسان کوئی مجاہدہ نہیں کرتا، قانونی اور تقلیدی ایمان انسان کی زندگی میں ایک بے اثر عقیدہ بنا رہتا ہے اور وہ منجمد پتھر کی طرح اپنے اطراف برائی اور اندھیرے کو دیکھ کر بھی کوئی ہلچل نہیں کرتا اور نہ انسان کی زندگی پر کوئی کنٹرول، حکومت اور گرفت ہی رکھتا ہے، چنانچہ ایسے انسانوں کی زندگی الگ اور ان کا ایمان الگ ہوتا ہے، شعوری اور حقیقی ایمان سے عمل پیدا ہوتا ہے، وہ انسان کی زندگی کا حاکم اور بادشاہ ہوتا ہے، اس کی زندگی اس کے ایمان کے مطابق ہوتی ہے اور وہ انسان کو اللہ کی اطاعت و بندگی کے لئے بیقرار کرتا رہتا ہے، شعوری ایمان والا اپنے اطراف اندھیرے اور برائی کو دیکھ کر خاموش نہیں رہتا اور وہ انسان کو بڑے بڑے مجاہدے اور قربانیوں کے لئے تیار کرتا ہے اور تقویٰ اور پرہیزگاری پر ڈالتا ہے، اس لئے پہلے ایمان کی

محنت کیجیئے پھر اعمال کی، ایمان کی محنت کئے بغیر اعمال کی محنت کرنے سے بہت کم فائدہ ہوتا ہے اور انسانوں کی اصلاح بھی نہیں ہوتی، ۵۰ تا ۶۰ سال سے اصلاح معاشرہ کے عنوان پر برائیوں کا تذکرہ کرکے برائیوں کو چھوڑنے کی دعوت دی جارہی ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہورہا ہے، معاشرہ کی اصلاح کے بجائے معاشرہ بگڑتا ہی جارہا ہے، اس لئے اصلاح معاشرہ کے بجائے ایمانیات اور وہ بھی معرفت الٰہی کی تعلیم دی جائے، انشاءاللہ ضرور فائدہ ہوگا، انسان کو مخلوق پرستی سے بچانے کے لئے خالق کا تعارف کرانا ضروری ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس امت کے آخری حصہ کی اصلاح بھی اسی چیز سے ہوسکتی ہے جس سے امت کے اول حصہ کی اصلاح ہوئی تھی، صحابہؓ کا قول ہے: ’’ تَعَلَّمْنَا الْاِیْمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْاٰنَ ۔ ہم نے ایمان پہلے سیکھا پھر بعد میں ہم نے قرآن سیکھا۔

نوٹ:۔ یہ سارا مضمون عبداللہ صدیقی کی کتاب ’’دینی تعلیم میں کونسی چیز چھوٹ رہی ہے‘‘ کا ایک مختصر خلاصہ ہے، جو حضرات اس حقیقت کو سمجھنا چاہتے ہیں وہ پوری کتاب تفصیل سے پڑھیں، جو حضرات دین سے حقیقی لگاؤ رکھتے ہیں اور مسلمانوں میں ایمان کی محنت کرنا چاہتے ہیں وہ اس فولڈر کو زیراکس کرواکر تقسیم کریں تاکہ ہمارے معاشرہ میں محنت کرنے والوں کی تشخیص صحیح رُخ پر ہوجائے، مدراس کے ذمہ دار اس کو تنقید نہ سمجھیں بلکہ جو چیز چھوٹ گئی ہے اس کو اختیار کرکے اپنے نصاب تعلیمی میں اضافہ کریں، ہم اپنے علماء حضرات سے اپنے مالک اور رب کا تعارف چاہتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا تعارف کراکر ہم میں ایمان پیدا کریں اور ہم صحیح معنی میں اللہ سے محبت، ادب واحترام اور اس کی تعظیم کریں اور اس سے ڈر وخوف رکھنے والے بن جائیں، اللہ کا تعارف کرانے کے مطالبہ پر کسی کو بھی غصہ نہیں آنا چاہئے، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس فولڈر سے فیض جاری فرمادے اور ہمارے بڑوں کو یہ بات آسانی سے سمجھادے (آمین)۔

مولانا مفتی محمد مصطفیٰ صاحب مفتاحی اور عبداللہ صدیقی کی کتاب ’’تعلیم الایمان‘‘ کے تمام حصوں کا مطالعہ ضرور کیجیئے۔

مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی اور عبداللہ صدیقی کی تصنیف کردہ تمام کتابیں
درج ذیل پتہ پر بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔

Officemate Stationery

Behand Ganga-jamuna Hotel, Opp Mahdi Function
Hall, Lakdi ka pull Hyderabad.
Cell: 9391399079, 9966992308

خصوصی اپیل

تعلیم الایمان کی تمام کتابوں کا انگریزی ترجمہ کرانے اور اردو کتابیں غریب حضرات میں مفت تقسیم کرانے کے لئے اپنے بڑوں کے ایصال ثواب کی غرض سے ہمارا مالی تعاون کیجئے، تاکہ کتابیں انگریزی میں چھپ کر انٹرنیٹ کے ذریعہ پوری دنیا میں عام ہوجائیں اور آپ کے ذریعہ دعوت وتبلیغ بھی ہوتی رہے، اس کام کے لئے اپنا مالی تعاون اس پتے پر روانہ کیجئے:

Mohammed Riaz Ahmed
H.No: 10-5-8/8/A/8, Ahmed Nagar Road,
Masab Tank, Hyderabad - 28. INDIA
Cell: 9966992308, 9246884086.